سلسلہ نمبر ۲

سلسلہ نمبر ۲

افاداتِ فاروقی

افادات

شفیق الامۃ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ خاص

مسیح الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ النور کراچی

فہرست مواعظ

عنوان	صفحہ نمبر
۱ ۔ اُمّ القرآن	۳
۲ ۔ مجلسِ ذکر	۲۰
۳ ۔ حفاظتِ نظر	۴۲

افادات

شفیق الامت حضرت مولانا محمد فاروق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ خاص

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مقام وعظ — ۱۰ مئی ۱۹۹۶ء جمعۃ المبارک مومن مسجد سکھر

مکتبۃ النور
پوسٹ بکس ۱۲۔۱۳۰ کراچی ۷۵۳۵۰، پاکستان

عرض ناشر

مرشدی شفیق الامتہ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب دامت برکاتہم خلیفہ خاص مسیح الامتہ حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ عالمی سطح پر تبلیغ دین اور اشاعت طریق کا کام لے رہے ہیں سفراً وحضراً جاری رہنے والی مختلف الانواع سرگرمیوں کے علاوہ دوران قیام سکھر مومن مسجد باغ حیات میں نماز جمعہ سے قبل ہونے والے حضرت والا کے بیانات خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ جن میں حضرت والا قرآن و سنت اور تعلیمات اکابر کی روشنی میں مختلف دینی موضوعات پر پُر مغز انداز میں اظہار خیال فرماتے ہیں۔

مکتبہ النور کراچی حضرت والا کے ان روح پرور خطبات جمعہ میں سے منتخب خطبات کی اشاعت کا سلسلہ افادۂ عام کی غرض سے شروع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلہ کو جاری رکھنے اور عوام و خواص کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور مختلف مراحل میں کام آنے والے احباب کی مساعی کو قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائیں۔

زیر نظر کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

حضرت والا نے ۲۰ر ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۰ر مئی ۱۹۹۶ء کو سورۂ فاتحہ

کے مضامین کو نہایت مختصر و جامع انداز میں پیش فرمایا جس سے مختلف اطراف سے جمع ہونے والے سامعین بہت محظوظ ہوئے اس روحانی خطبہ میں دیگر افراد کو شریک کرنے کے لئے اس خطبہ کو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرکے "اُمّ القرآن" کے نام سے پیش کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ نافع فرمائیں۔

آمین بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خاکپائے مرشد

احقر محمد ظریف فاروقی عفی عنہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ سَبْعُ اٰیَاتٍ

سورۂ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ مٰلِكِ یَوْمِ

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ جو مالک ہیں روز جزا

الدِّیْنِ ۝۳ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۵

کے۔ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں۔ بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۷

رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے

کوائف سورۂ فاتحہ

توفیق الٰہی اپنے مرشد پاک کی برکت سے آج کی نشست میں اُمّ القرآن کی تلاوت کا شرف حاصل ہوا جب کہ گزشتہ جمعہ تعوذ اور تسمیہ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا یہ سورت سورۃ الفاتحہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی' بعض مفسرین کے نزدیک یہ دوبار نازل ہوئی۔ ایک رکوع سات آیات کی ہے۔ پچیس لفظ اور ایک سو چھبیس حروف اس کے بتائے جاتے ہیں۔

اقراء' مزمل' مدثر کی چند آیات کے نزول کے بعد قرآن مجید کی یہ واحد سورت ہے جو پوری سورت نازل ہوئی۔

تفاسیر میں اس کے چالیس کے قریب نام آتے ہیں۔ فاتحۃ الکتاب' سورۃ الفاتحہ' ام الکتاب' ام القرآن' سورۃ الشفاء وغیرہ وغیرہ اس کے مشہور اسماء گرامی ہیں۔

مکی' مدنی سورتیں

مکی اور مدنی' سورتوں کو اس اعتبار سے کہا جاتا ہے اور اس بات پر اکثر مفسرین کا اتفاق ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے جتنی بھی سورتیں اور آیات نازل ہوئی ہیں وہ سب مکی ہیں چاہے وہ شہر مکہ میں نازل ہوئی ہوں اور چاہے وہ مکہ سے باہر نازل ہوئی ہوں وہ مکی کہلاتی ہیں اور ہجرت کے بعد جو سورتیں اور آیات نازل ہوئیں چاہے وہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہوں یا مدینہ طیبہ کے باہر نازل ہوئی ہوں مدنی کہلاتی ہیں۔

خصوصیات

اس سورت کی خصوصیات میں سے مفسرین کے ہاں یہ بات بھی مانی جاتی ہے کہ یہ سورت دو بار نازل ہوئی اور جب کوئی قرآن مجید کی تلاوت

کرتا ہے تو اس کا حسن ختام بھی عجیب ہے کہ یہ سورت ایک بار کے ختم قرآن میں دوبار پڑھی جاتی ہے۔ ایک بالکل ابتداء میں پڑھی جاتی ہے اور ایک ختم قرآن کے موقع پر اس کی تلاوت کی جاتی ہے اور مفلحون پر قرآن مجید کے ختم کو مستحب قرار دیا جاتا ہے۔ بڑا عجیب اور لطیف انداز ہے کہ جہاں اس سورت کو دو بار نازل ہونے کا شرف حاصل ہے وہاں پر ختم قرآن میں اس کی تلاوت بھی دوبار کی جاتی ہے ابتداء میں بھی اور اختتام میں بھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جہاں بہت سی خصوصیات سے نوازا گیا وہاں خصوصی طور پر آپ کی امت کو سورۂ فاتحہ عطا کی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ایسی سورت نہ زبور میں ہے نہ توریت میں ہے نہ انجیل میں ہے اور نہ خود قرآن میں اس کے علاوہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ ہر بیماری کی شفاء ذات باری تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں رکھی ہے اور صدیوں سے مسلمانوں نے اس کے ذریعے امراض جسمانی کی شفا حاصل کی ہے اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ لا علاج امراض کا علاج اگر ہے تو صرف سورۂ فاتحہ میں ہے۔

مضامین سورۂ فاتحہ

مضامین کے اعتبار سے بھی عظیم سورت ہے۔

الحمدللہ رب العلمین ○ ساری کائنات میں جہاں کہیں بھی کوئی تعریف ہوتی ہے آسمان کی تعریف ہوتی ہے زمین کی تعریف ہوتی ہے' بحروبر کی تعریف ہوتی ہے' ہوا اور فضا کی تعریف ہوتی ہے' کسی بھی تخلیق کی تعریف ہوتی ہے' کسی بھی نعمت کی تعریف ہوتی ہے' اور کوئی بھی کرتا ہے کرے گا تو تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور وہ تمام اجناس کائنات کے پیدا کرنے والے ہیں۔ **رب العلمین** ○ وہ جمیع اجناس کائنات کے پیدا کرنے والے ہیں اور خالی پیدا کرنے والے نہیں ہیں بلکہ پیدا فرما کر نشوونما کرنے والے ہیں تربیت فرمانے والے ہیں اور کس شان کے ساتھ تربیت فرماتے ہیں نقائص سے نکالتے ہیں بچاتے ہیں یہاں تک کہ درجہ کمال تک پہنچا دیتے ہیں رب مربّی تربیت فرمانے والے۔ ذات باری تعالیٰ کے اسماء میں رب صرف اللہ ہی کے لئے استعمال ہوگا جیسا کہ گزشتہ جمعہ عرض کیا گیا تھا لفظ اللہ غیر اللہ کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا الرحمان اللہ کے اغیار کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا اسی طرح اللہ کے غیروں میں سے کسی کو رب کہنا جائز نہیں اور یہ نہیں کہ کائنات کی کسی ایک جنس کی تربیت فرماتے ہیں جملہ اجناس کائنات کی تربیت فرمانے والے ہیں۔

الرحمٰن الرحیم ○ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں بے حد مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں۔ **الرحمٰن** میں ان کی رحمانیت عام ہے جہاں اہل ایمان کے لئے ان کی رحمانیت ہے وہاں کفار و فساق کے لئے بھی رحمانیت ہے جس طرح وہ فرمانبرداروں کو رزق دیتے ہیں نافرمانوں کو بھی دیتے ہیں اس میں آپ کی رحمانیت کا' آپ کی رحمت کا عام ہونا بیان کیا گیا ہے اور **الرحیم** کے اندر تخصیص ہے کہ ان کی رحیمیت اگر ہے تو صرف فرمانبرداروں یعنی اہل ایمان کے لئے ہے۔

ملک یوم الدین ○ مالک مِلک سے مشتق ہے یعنی کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ ذات باری تعالیٰ کی مِلک ہے اور مالک اس کو کہتے ہیں جو پورے طور پر اپنی ملک میں تصرف کر سکے **یوم الدین** دین کے معنی بدلے اور جزا کے ہیں یعنی وہ مالک ہیں جزا کے دن کے۔ اور اس میں ان کا جلال نظر آتا ہے کہ خبردار اعمال کا حساب پورا پورا لیا جائے گا ہمیں حق ہے اپنی مِلک میں کامل تصرف کا کوئی رو رعایت نہیں ہوگی ہم ایسے دن کے مالک ہیں ہماری ملکیت میں **یوم الدین** بھی ہے ہم جزا کے دن کے مالک ہیں اور دیکھنا ہم کیسا بدلہ دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ میدان محشر میں خود اعلان فرمائیں گے۔**لمن الملک الیوم** بتلاؤ آج کے دن کا مالک کون ہے آج کے دن کا بادشاہ کون ہے؟ سکتہ طاری ہو جائے گا انبیاء کے اوپر بھی عالم سکوت ہوگا۔ پھر خود فرمائیں گے **للہ الواحد القہار** آج کے دن کی بادشاہت

مالکیت صرف اس کے لئے ہے جو ایک ہے اور اپنی مرضی کے مطابق وہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ قہار ہے قہر کرنے والا۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انکی بارگاہ ایسی بارگاہ ہے کہ جہاں انبیاء کے پتے بھی پانی ہو جاتے ہیں کسی دیگر کی تو کیا مجال ہے؟

ایاک نعبدوایاک نستعین ○ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں۔ اور اس میں عجیب بات ہے واحد کا صیغہ کیوں نہیں لایا گیا؟ یہ کیوں نہیں کہا گیا ہے کہ میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور میں تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس میں ہمارے اکابر نے عجیب نکتہ بیان کیا ہے کہ عبادت کرنے میں سرفہرست کون ہیں انبیاء علیہم السلام' ملائکہ' صحابہ' مقبولان الٰہی' خاصان خدا' جب ایک بندہ بندگی کا اقرار کرلے تو تنہا کیوں کرے' جو اس سے پہلے خدا کی بارگاہ میں مقبولیت کا درجہ پا چکے ہیں ان کو شامل کرکے کیوں نہ عرض کرے تاکہ شرف قبولیت اس کو بھی حاصل ہو جائے **ایاک نعبد** ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یعنی وہ مقصد حیات جس کو دے کر آپ نے ہمیں بھیجا ہے اور جن آپ کے مقبولوں کے ذریعے اس مقصد کی تکمیل ہوئی ہے یا اللہ اسی طرح مقصد میں کامیابی میں بھی چاہتا ہوں۔

وایاک نستعین یا اللہ اعانت' مدد مانگنے والوں میں میں تنہا نہیں ہوں تیری بارگاہ میں تیرے نبیوں نے بھی مدد مانگی ہے اور تو نے ان کی مدد

کی ہے' فرشتوں نے بھی التجائیں کی ہیں اور تو نے اس معصوم مخلوق کو نوازا ہے۔ یا اللہ تیرے مقبولوں نے تجھ سے اعانت طلب کی ہے اور تو نے ان کی اعانت فرمائی ہے تو جس طرح ان کی اعانت کی گئی اے الہ العالمین اسی طرح مجھ گنہگار کی بھی اعانت کی جائے **ایاک نعبدو ایاک نستعین** کا مطلب یہ ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم ○ بتلا دیجئے دکھا دیجئے عطا فرما دیجئے سیدھا راستہ کون سا راستہ دین اسلام کا راستہ یا اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما دین اسلام کی ہدایت عطا فرما۔

لیکن مستقیم کے معنی سمجھئے افراط اور تفریط سے پاک نہ اس میں زیادتی ہو نہ اس میں کمی ہو۔کمی و بیشی سے مبرا ہو' پاک ہو کمال اعتدال کے ساتھ جو دین کا راستہ ہے وہ عنایت فرما دیجئے۔ کمال اعتدال کس کو کہتے ہیں؟ جُزبرہ کا قاعدہ ہے کمال اعتدال خط غیر منقسم کو کہتے ہیں ہم نے یہ مضمون پڑھا ہے' خط عربی میں لکیر کو کہتے ہیں خط غیر منقسم تقسیم نہ ہونے والی لکیر اور وہ لکیر کونسی ہے جو تقسیم نہ ہو سکے سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ لکیر ہے اور چشم راس سے بمشکل نظر آتی ہے اس کے لئے آئی گلاس اور خوردبین کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً آپ روشنی میں کھڑے ہو جایئے دھوپ میں آجایئے اور کوئی کتاب آپ ہاتھ میں لے لیجئے اس کتاب کا عکس نیچے پڑے گا یا نہیں؟ پڑے گا اب ایک طرف تو روشنی ہے اور ایک طرف اس عکس

کا اندھیرا ہے اس روشنی اور اندھیرے کے درمیان ایک خط ہے ایک لکیر ہے جو آئی گلاس یا خوردبین سے نظر آتی ہے اور تمام ماہرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ خط غیر منقسم ہے یہ ایسی لکیر ہے کہ اس کو بیچ میں سے تقسیم نہیں کیا جا سکتا نہ وہ روشنی کی طرف آسکتی ہے اور نہ وہ عکس کی ظلمت اور اندھیرے کی طرف آسکتی ہے اس کو کہتے ہیں خط غیر منقسم یہ ہے کمال اعتدال دین اسلام کا۔ اے الہ العالمین میں ایسی ہدایت چاہتا ہوں دین اسلام کی جو افراط و تفریط سے مبرا ہو اور یہ خط غیر منقسم، صراط مستقیم افراط و تفریط سے مبرا کس کو نصیب ہو۔ ذات باری تعالیٰ نے بندے کی زبان سے کہلوا دیا۔ **صراط الذین انعمت علیھم** ○ یا اللہ میں نے جو آپ سے درخواست کی ہے کہ کمال اعتدال کے ساتھ مجھے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما آپ مجھ سے پہلے بہت سوں کو عطا فرما چکے ہیں۔ میں وہی چاہتا ہوں۔

آپ کے انعام یافتہ بندے انبیاء ہیں، صدیقین ہیں، شہداء ہیں، صالحین ہیں جن پر آپ کا انعام ہوا تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انعام یافتہ بندے چار قسم کے ہیں انبیاء ہیں صدیقین ہیں شہداء ہیں صالحین ہیں۔

اے الہ العالمین مجھے تو وہ راستہ عطا فرمایئے جو اہل انعام کو آپ نے عطا فرمایا۔

تو دراصل **اهدنا الصراط المستقیم** کے اندر جو سیدھا اور سچا راستہ مانگا گیا ہے وہ راستہ مانگا گیا ہے جو ذات باری تعالیٰ نے اہل انعام کو عطاء فرمایا ہے اور وہ انبیاء ہیں صدیقین ہیں شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔ لیکن اس کے برعکس کچھ اور لوگ بھی تو ہیں جو اس راستے سے محروم ہیں۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین○ اے الہ العالمین میں تو صرف اہل انعام کا راستہ آپ سے مانگتا ہوں اسی کی درخواست آپ سے کررہا ہوں میں مغضوب اور ضالین کا راستہ نہیں چاہتا۔ علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ مغضوب سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ۔ لیکن میرے حضرت فرمایا کرتے تھے مغضوب کے اندر وہ لوگ بھی آتے ہیں جو بے عمل ہوں چاہے ان کا تعلق اسلام سے ہو عقیدہ درست ہے لیکن بدعملیوں کے اندر گرفتار ہیں اے اللہ مجھے ایسے بے عمل لوگوں کے راستہ سے بھی بچا لیجئے۔ اور **الضالین** کے اندر وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بداعتقاد ہیں جن کے عقیدے خراب ہیں اسلام کی اساس سے' صحیح عقیدہ سے محروم ہیں الہ العالمین ایسے مغضوب اور ضالین کے راستہ سے مجھے بچا لیجئے میں ان کا طور طریق' ان کا راستہ نہیں چاہتا۔

ام القرآن کی سات آیتیں ہیں اور افضل بھی یہی ہے کہ ہر آیت پر ٹھہرا جائے اور اس ام القرآن کی تلاوت ہر آیت پر ٹھہر کے کی جائے۔

آمین اس کے بعد ہے آمین۔ **آمین** کے معنی کیا ہیں؟ حدیث

شریف میں آتا ہے کہ آمین قبولیت دعا کی مہر ہے اور اپنی ذات میں ایک عالی شان دعا ہے یا اللہ جیسا کہ عرض کیا ہے آپ کی توفیق سے ویسا ہی قبول فرمالیجئے۔ لیکن اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ آمین نہ قرآن کا جز ہے اور نہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے۔ لہٰذا جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے گی تو آمین کہا تو جائے گا لیکن جب قرآن مجید کی کتابت کی جائے گی تو آمین لکھا نہیں جائے گا۔

خلاصہ قرآن

یاد رکھئے پورا قرآن مجید الم سے لے کر والناس تک اسی فاتحۃ الکتاب کے جواب میں ہے اور دراصل یہ سورۂ فاتحہ خطبۃ القرآن ہے آلم سے لے کے والناس تک جتنے علوم ہیں قرآن مجید کے اندر ان سب کا نچوڑ' جوہر' عطر اور خلاصہ اُمّ القرآن کے اندر موجود ہے۔ عجیب شان کی یہ سورت ہے جو اس امت کی خصوصیات میں سے ہے' یہ سورت ذات باری تعالٰی نے صرف اس امت کو عطا فرمائی ہے۔

تلاوت سورۂ فاتحہ کے مواقع

عزیزان من! اس کے بے شمار فوائد ہیں اس مختصر وقت میں ان تمام

باتوں کا بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس سورت کو کن کن مواقع پر تلاوت کیا جاتا ہے۔

۱۔ ۲۔ پہلا موقع میں عرض کرچکا ہوں اس کے علاوہ نماز کی کوئی رکعت سورۂ فاتحہ کی تلاوت سے خالی نہیں ہونی چاہئے' چاہے نماز جہری ہو یا سری ہو' امام کے لئے بھی لازم ہے' اور مسبوق اور منفرد نماز پڑھنے والے کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ ہر رکعت کے اندر سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرے۔

۳۔ حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بغیر رات کو آرام نہیں فرماتے تھے۔

۴۔ اور ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مریضوں پر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ کر دم کیا کرو اس سے امراض جسمانی سے شفا حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ اور ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی جائے' اس کی تلاوت کی برکت سے اس کے بعد جو باتیں عرض کی جاتی ہیں دربار خداوندی میں وہ بہت جلد شرف قبولیت حاصل کرلیتی ہیں۔

۶۔ اور ایک طریق تمام مشائخ کے ہاں اس کی تلاوت کا یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد' فرضوں سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ کے۔

فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اگر پورا نہ ہوسکے تو بعد میں پورا کرلے۔

۷۔ اور ہر نیک اور اچھے کام کا افتتاح سورۂ فاتحہ سے کرنا چاہئے کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت کا افتتاح فاتحۃ الکتاب سے ہوتا ہے جو دراصل قرآن مجید کا افتتاح ہے۔

۸۔ اور ایک بڑا اکسیر عمل ہمارے بزرگوں کی تعلیمات میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رزق کے مسئلے میں پریشان ہے قرضوں میں گھرا ہوا ہے تجارت اور ملازمت میں ترقی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے معاشرے کے اندر بدنامی کا امکان ہے تو طلوع فجر سے پہلے بے مشقت روزی حاصل کرنے کے لئے اکتالیس مرتبہ روزانہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی جائے اور اس کے توسّل سے دعا کی جائے کہ یا اللہ میری فلاں فلاں حاجات کو پورا فرما دیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے آپ کی حاجات آپ کی جائز اغراض کو پورا کیا جائے گا۔

کتابوں میں لکھا ہے۔

۹ ۔ نظرِبد' خرابی صحت کے موقع پر بھی بیمار شخص یا بچے پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے تو ذات باری تعالیٰ اچھی صحت عطا فرمائیں گے اور نظربد کے اثرات کو زائل فرمادیں گے۔

تلاوت میں بہتر انداز

بعض دفعہ کسی آیت کو ایک انداز سے پڑھنا جائز ہوتا ہے لیکن سنت سے ثابت نہیں ہوتا اور اس سے عام لوگوں کو الجھن ہوتی ہے جیسے ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم دونوں آیتوں کو ملا کر پڑھنا' اور قل ھو اللہ احد اللہ الصمد ان دونوں آیتوں کو ملانا' اسی طرح بسم اللہ کی آخری میم کو الحمد کے لام سے ملا کر پڑھنا گو جائز ہے لیکن الجھن کا سبب ہے ایسے فن کے مظاہرے سے بچنا چاہئے' حضرت فرمایا کرتے تھے' یہ جائز ہے لیکن رائج نہیں ہے۔ جب ہم ہر کام میں بڑھیا کے طالب ہیں' کھانا بڑھیا ہو' کپڑا بڑھیا ہو' بستر اچھا ہو تو پھر تلاوت میں بھی بڑھیا اور اچھا انداز اختیار کرنا چاہئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کے لئے اگر کوئی چیز ہمہ وقت حرزِ جاں بنانے کی ہے تو وہ سورۂ فاتحہ ہے جو اپنی ذات میں پورا قرآن اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس سورت کے بارے میں باتیں بہتیری ہیں لیکن آخر میں ایک بات عرض کروں گا۔

اسباب ہدایت

اُمّ الکتاب کی تعلیمات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر ہمیں ہدایت ہوگی تو دو چیزوں سے ہوگی کلام اللہ سے اور اہل اللہ سے' کیونکہ کلام اللہ سے آپ کو احکام الٰہیہ حاصل ہوں گے' علوم دینیہ حاصل ہوں گے' علوم دینیہ کے حاصل ہونے کا ذریعہ کلام اللہ ہے لیکن کلام اللہ کی فہم و بصیرت آپ کو اہل اللہ سے حاصل ہوگی' **صراط الذین انعمت علیہم** کے اندر اہل انعام جن کو سیدھا راستہ حاصل ہوچکا ہے وہ اہل اللہ ہیں' خاصان خدا ہیں۔ آپ بنظر عمیق دیکھئے آپ کو دو باتیں نظر آئیں گی کہ اگر ہدایت ہوگی تو دو باتوں سے کلام اللہ سے اور اہل اللہ سے کلام اللہ سے آپ کو علوم دینیہ حاصل ہوں گے' تمام علوم کا خزانہ کلام اللہ ہے اور کلام اللہ کو سمجھنے کے لئے ضرورت اہل انعام اہل اللہ کی ہے تو اگر ہدایت ہو سکتی ہے تو دو باتوں سے ہوگی کلام اللہ سے ہوگی اور اہل اللہ سے ہوگی۔ یہی سورۂ فاتحہ کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

مجلسِ ذکر

افادات

شفیق الامت حضرت مولانا محمد فاروق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ خاص

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

مقام وعظ - رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ آخری شبِ جمعہ، مومن مسجد سکھر

مکتبۃ النور

پوسٹ بکس ۱۳۰۱۲ کراچی ۷۵۳۵۰، پاکستان

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برکات ختم خواجگان

توفیق الٰہی اپنے حضرت کی برکت سے' ہمارے اکابر کے یہاں اجتماعی مجلس ذکر بصورت ختم خواجگان بہت قدیم زمانہ سے رائج ہے۔ ختم خواجگان کی مجلس ذکر کے بہت سے برکات ہمارے حضرت بیان فرماتے تھے۔

خانقاہ امدادیہ کے کنویں کا پانی بہت ہی تلخ تھا' اس مجلس ذکر کی اجتماعی دعا میں یہ دعا کی جاتی تھی کہ یا اللہ! خانقاہ کے کنویں کے پانی کو آپ میٹھا کردیجئے۔ دعا اسی طرح جاری رہی۔ ایک دن اچانک ایک شخص نے بتلایا کہ میں نے ابھی ابھی کنویں کا پانی پیا ہے وہ تو بہت شیریں اور میٹھا ہے۔

اس وقت سے لے کر اب تک وہاں کا پانی میٹھا ہے۔

ایک مرتبہ انگریز نے ایک مسلم ریاست کو ضبط کرلیا تھا۔ ریاست کے جو والی تھے' انہوں نے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو اطلاع دی اور گزارش کی کہ حضرت دعا فرمائیں' حضرت والا نے مجلس ذکر میں یعنی ختم خواجگان میں معمول کو جاری کرادیا کہ اس مسلم ریاست کی بحالی کے لئے اور واپسی کے لئے دعا کی جائے۔ اس ذکر ختم خواجگان کی برکت سے ایسی دعا قبول ہوئی کہ وہ ریاست' اس مسلمان والیٔ ریاست کو واپس مل گئی۔ انگریز مقدمہ ہار گیا۔ اس والی نے ایک لاکھ روپیہ ہدیہ میں حضرت والا کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے منع فرمایا حضرت کی بہت عجیب عادت مبارکہ تھی۔ اگر کوئی شخص ہدیہ بھیجتا اور ساتھ میں یہ لکھتا کہ دعا بھی فرما دیجئے۔ حضرت لکھ دیا کرتے تھے ہمارے ہاں دعا بکتی نہیں ہے۔ دراصل ہمارے مشائخ کے یہاں بصورت ختم خواجگان اجتماعی مجلس ذکر ثابت ہے' اور تمام خانقاہوں میں جاری و ساری ہے۔ تو دراصل بالدوام اور بالالتزام اجتماعی مجلس ذکر بصورت ختم خواجگان ہے "خواجہ" پیر کو کہتے ہیں یعنی ختم پیراں' اور "ختم" کہتے ہیں بابرکت سلسلہ کے برکات حاصل کرنے کو یہاں اس سے مراد یہی ہے۔ دوازدہ تسبیح کی جو اجتماعی مجلس ذکر ہے یہ رغبت دلانے کے لئے اور سکھانے کے لئے ہے۔ تاکہ یہاں سے جدا ہونے کے بعد ہم انفرادی طور پر' برغبت اور بشوق اس عمل کو جاری رکھیں۔ اور ہمارے

حضرت نے اس کی اجازت دی کہ اپنے متعلقین اور اپنے منتسبین کو کسی خاص موقع پر بٹھا کر' دوازدہ تسبیح کا ذکر کر کے دکھا دینا چاہیے' رغبت دلانے کے لئے اور سکھانے کے لئے کہ اس انداز سے ذکر ہوتا ہے۔ حضرت نے خود ایک مرتبہ لوگوں کو' بیعت کر لینے کے بعد میری موجودگی میں' میرے سامنے دوازدہ تسبیح کا ذکر کر کے دکھلایا۔ اس مجلس میں تمام حاضرین شریک ہوئے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ جب نماز تہجد کے بعد ذکر فرماتے تھے تو حضرت کے ذکر کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ صاحب اور دوسرے حضرات بھی ذکر شروع کر دیا کرتے تھے اور آپ اس سے منع نہیں فرمایا کرتے تھے۔

اور یہ ہماری صورت' کہ ہم معتکف ہیں۔ معتکف اپنا معمول اعتکاف ہی میں کرے گا۔ یا باہر جا کر کرے گا؟ ظاہر ہے کہ اعتکاف ہی میں کرے گا۔ تو اس طرح ہم معتکفین' توفیق الٰہی سے حالت اعتکاف میں اللہ کے دربار میں اپنا اپنا ذکر کر رہے ہیں۔ اور یہ اجتماعی انداز صرف سکھانے کے لئے ہے۔ بالدوام نہیں ہے اور بالالتزام نہیں ہے۔ تاکہ یہاں سے جانے کے بعد اس ذکر کی عادت ہو جائے اور ذوق و شوق کے ساتھ جاری رہے۔ بات سمجھ میں آگئی؟

ضرب اور جہر کی حیثیت

حضرت والا نے آخر عمر میں فرمایا کہ اب ذکر مضروب یعنی ضرب شدید کے ساتھ تمام سلاسل میں بند کردیا گیا ہے۔ اس پر اتفاق ہوگیا ہے۔ ذکر جہری تو ہو مگر مضروب نہ ہو۔ کیونکہ قویٰ کے اندر اب ضعف آگیا ہے اور کمزوری آگئی ہے۔ جی! ادھیڑ عمر اور بوڑھوں کو جانے دیجئے نوجوان بھی ڈھیلے ہیں۔ جو ضعیف ہیں وہ تو ہیں ہی لیکن نوجوان بھی ڈھیلے ہیں۔ ذکر' ضرب شدید کے ساتھ نہیں ہوگا۔ ہاں! ذکر جہراً" ہوگا اور جہراً" بھی علاجاً ہے ثواباً" نہیں۔

کوئی آدمی یوں کہے کہ بھائی کیا آہستہ آہستہ ذکر کرنے میں ثواب نہیں ملے گا؟ یقیناً ملے گا۔ تو پھر ذکر آواز کے ساتھ میں کیوں؟ آپ کے نفع کے لئے بتایا جارہا ہے' یہ علاج کے طور پر بتایا جارہا ہے تاکہ دل میں' دماغ میں' روح میں' باطن میں اور تمام کے تمام لطائف میں ذکر سرایت کرجائے' سموجائے' پیوستہ ہوجائے۔ ثواب ذکر پر موقوف ہے اور علاج جہر سے ہے۔

جہر کی قسمیں

جہر کی تین قسمیں ہیں جس میں ایک جہر شدید' دوسرا جہر لطیف اور تیسرا

جہر خفیف ہے۔ اگر کوئی بہت ہی زیادہ لاغر اور بیمار ہے ہل جل نہیں سکتا تو وہ ایسی آواز سے ذکر کرلیا کرے جیسا کہ آدمی ظہر کی سنتیں پڑھتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ تلاوت سراً کرتا ہے لیکن اتنا جہر تو ہوتا ہے کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ اس کو جہر خفیف کہتے ہیں۔ یہ تو ہے بیمارِ محض کے لئے۔ اگر کوئی آدمی بیمارِ محض تو نہیں ہے لیکن اس کی صحت کچھ گری ہوئی ہے۔ طبعاً" کمزور ہے تو وہ جہر لطیف کرلیا کرے۔ جہر لطیف اسے کہتے ہیں کہ اتنی آواز ہو کہ برابر کے آدمی سن لیں۔ اور اگر آدمی تندرست ہے' صحت مند اور توانا ہے تو ذکرِ مضروب تو نہ کرے لیکن اندر کے کل پرزوں کے انجماد کو' جو جام ہوگئے ہیں دور کرنے کے لئے' دل کو کشادہ کرنے کے لئے اس کو جہر شدید کرنا چاہیئے۔ جب تک اس کی ضرورت ہو برقرار رہے۔ بات آگئی سمجھ میں؟ یہ فنی باتیں ہیں' اصولی باتیں ہیں۔ جو میرے حضرت آخر میں سکھا گئے ہیں۔ مجلس ذکر بالدوام' بالالتزام اور بالاہتمام تو بصورت ختم خواجگان ہو اور یہ مجلس ذکر (دوازدہ تسبیح) جو اب ہو رہی ہے سکھانے کے لئے' رغبت دلانے کے لئے ہے تاکہ جب ہم علیحدہ علیحدہ ہوجائیں تو اس معمول کو برقرار رکھیں۔ اور ذکر مضروب ذکر ضربی نہیں ہوگا۔ اب اس کا متحمل کوئی نہیں۔ جہر شدید ہوگا یا جہر لطیف ہوگا یا جہر خفیف ہوگا۔ تینوں قسمیں عرض کردی گئیں۔

ذکر کی نیت

اور نیت کیا ہوگی؟ نیت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے محبت الٰہی حاصل ہو جائے۔ اس ماہ رمضان المبارک کی برکت سے، اس عشرہ اخیرہ کی برکت سے، اعتکاف کی برکت سے، مخلصین اولیاء کے مجمع کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت نصیب فرمائیں، اپنے محبین میں شامل فرمائیں۔ آمین

میرے حضرت ایک انداز بتایا کرتے تھے کہ جب ذکر کے لئے بیٹھیں، قبلہ رخ ہو کر بائیں جانب کو ذرا جھکاؤ رہے۔ کیونکہ بائیں جانب لطیفہ قلب ہے۔ انسان میں چھ لطیفے ہیں جن کو "لطائف ستہ" کہتے ہیں۔

لطائف کے بارے میں اکابر کی تحقیق

ہمارے حضرات نے اب حالات حاضرہ کے تحت اس تحقیق سے بھی رجوع فرمالیا ہے کہ انفرادی طور پر الگ الگ ایک ایک لطیفہ کو روشن کیا جائے۔ اب اتنا وقت نہیں۔ شارٹ کٹ ہر کام میں لے لیا گیا ہے۔ دنیا کے اسفار کے اندر برسوں کے راستے گھنٹوں میں طے ہو جاتے ہیں۔ منوں اور ٹنوں دوائیوں کا ایک کیپسول بن گیا ہے۔ اسی طریقہ سے یہاں بھی یہ

بات ہے اللہ ہمیں فہم و بصیرت عطا فرمائے۔

اب اگر لطیفہ قلب کو روشن کرلیا جائے باقی لطائف خود بخود روشن ہوجاتے ہیں آپ دیکھتے نہیں کہ ایسا نظام حرم میں ہے کہ ایک گھڑی حرم میں چالو کرتے ہیں پورے حرم کی گھڑیاں چلنے لگتی ہیں' ایک گھڑی میں ٹائم فکس کرتے ہیں پورے حرم کی گھڑیوں کا ٹائم فکس ہوجاتا ہے۔ ایک پنکھا کھولتے ہیں پورے پنکھے کھل جاتے ہیں۔ ایک پنکھے کی اسپیڈ کو معیار پر لاتے ہیں تو مطلوبہ معیار پر پورے حرم کے پنکھوں کی اسپیڈ ایک معیار پر ہوجاتی ہے اور آج کل تو ایک چابی سے سارے تالے کھل جاتے ہیں جس کو "ماسٹر کی" کہتے ہیں۔ ایسا ہے یا نہیں؟ گھڑیوں میں بھی یہ بات ہے' تالوں میں بھی یہ بات ہے' پنکھوں میں بھی یہ بات ہے'۔ ایسا الیکٹرانک نظام آگیا ہے کہ ایک بتی آپ روشن کریں تمام بتیاں روشن ہوجاتی ہیں۔ اسی طریقے سے اگر لطیفہ قلب کو روشن کرلیا جائے تو باقی لطائف خود بخود روشن ہوجاتے ہیں' یہ میرے حضرت کی کچھ ضروری باتیں تھیں لہذا میں نے عرض کردیا۔

بعض آدمی ایسا ذہن بھی رکھتے ہیں یہ تو نئی چیز ہورہی ہے' نہیں! نئی کچھ بھی نہیں ہورہی۔ حالات حاضرہ کو آپ دیکھیں' معاشرہ میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ نامعلوم کتنی گمراہ کن باتیں وجود میں آرہی ہیں۔ لیکن اس طرف انسان کا ذہن نہیں جاتا۔ نفس و شیطان جب کبھی پٹی پڑھاتے ہیں تو نیکی کے

اندر تردد پیدا کرنے کے لئے ذہن کے اندر اشکالات پیدا کرتے ہیں' لہٰذا اب اس میں کسی قسم کا طالب علمانہ اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ یہ اجتماعی مجلس ذکر اس لئے ہے تاکہ ہم یہ چیز سیکھ کر جائیں ذوق لے کر جائیں اور جا کر فرداً فرداً کیا کریں اور جہاں جہاں دینی مراکز ہیں وہاں وہاں اجتماعی ذکر بصورت ختم خواجگان ہونا چاہئے۔ یہ کہنا کہ ہمارے حضرات کے ہاں مجلس ذکر نہیں' یہ بات بالکل غلط ہے۔ صداقت پر مبنی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت ذکر کی توفیق عطا فرمائیں۔

کثرت ذکر کا مطلب

اور مجھے اپنے حضرت کی ایک بات یاد آگئی "اُذکُرُوا اللّٰہَ ذِکراً کَثِیراً" کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا ذکر کرو کثرت کے ساتھ فرمایا کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے۔ کہ اکثر اوقات اس کا ذکر کرو' نہیں بلکہ ہمہ وقت ذکر کرو' ذکر کی سند حاصل کرو' حدیث شریف کے اندر آتا ہے کہ اللہ کا ذکر اتنا کرو' اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں نہ کہ خود دیوانہ ہو جاؤ۔ لوگ کہیں کہ دیکھو! میاں ہر وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے' اور اللہ کی یاد میں لگا رہتا ہے۔ یہ سند حاصل ہو۔ اب تو لوگ کلام زیادہ کرتے ہیں' کثرت سے کلام نہ کیا کرو۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کثرت سے کلام نہ

کرو' کثرت کلام سے دل میں قساوت پیدا ہوتی ہے دل سخت ہو جاتا ہے اور جو دل سخت ہوتا ہے وہ دل اللہ سے دور ہوتا ہے۔ کثرت سے ذکر کرنا چاہیے۔ اللہ کا ولی بننے کے لئے کثرت ذکر اور دوام طاعت بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

ذکر سے پہلے دعا

ذکر سے پہلے یہ دعائیں بھی ہمارے حضرت تعلیم فرماتے تھے

اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قُلُوْبَنَا عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ

ذکر کے لئے بیٹھنے کا ادب

جو حضرات درمیانے جسم کے ہوں یا چھریرے بدن کے ہوں' بھاری بدن والے کے بس کی بات نہیں' وہ اپنے گھٹنوں میں جو نیچے کا حصہ ہے جو پکڑ میں آتا ہے' دائیں طرف یا بائیں طرف جدھر آسانی ہو اس کو پیر کے انگوٹھے اور اس کے برابر والی انگلی کو لگا کر اس کو پکڑ لیا جائے' یہاں ایک

رگ ہے جس کا نام "رگ کیماس" ہے جو کہ براہ راست دل سے ملتی ہے اگر اس رگ کو پکڑ کر ذکر کیا جائے تو ذکر کا بہت زیادہ فی الفور اثر قلب پر ہوتا ہے۔

اور ایک ترکیب اس کی یہ بھی ہے جس میں اجتہاد کیا گیا ہے کہ اگر کوئی ایسا معذور ہے جو پیر کے انگوٹھے اور برابر والی انگلی سے نہیں پکڑ سکتا جیسے کوئی موٹا آدمی، بھاری آدمی ہے تو وہ چاہے ہاتھ سے پکڑ لے، لیکن اس کا ذکر کتابوں میں نہیں ہے۔

ذکر کی ضرورت و فضیلت

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، افضل الذکر لا الہ الا اللہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ "**وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ**"

ذکر بھول کی ضد ہے جب بھول ہوتی ہے تو یاد نہیں ہوتی اور جب یاد ہوتی ہے تو بھول نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکر اختیاری ہے اور جو چیز اختیاری ہوتی ہے وہ بہت آسان ہوتی ہے۔ اور ذکر معلومات نہیں ہے بلکہ غذا ہے ہمارے ایمان کی غذا ہے ہمارے اسلام کی غذا ہے۔ ہمارے قلب کی غذا ہے ہمارے باطن کی غذا ہے۔ اس کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ اس ذکر کے بڑے برکات ہیں اور ذاکرین کا بڑا درجہ ہے۔ قرآن

حکیم میں ہے۔ وَالذّٰاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰاکِرَاتُ

ذکر کے طریقے

اس ذکر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے طرق ہمارے حضرت نے بیان فرمائے ہیں۔ میرے حضرت اس فن کے امام تھے بڑی عجیب عجیب باتیں فرماتے تھے۔ ساری باتیں اس وقت کہاں نقل ہو سکتی ہیں۔ ان بہت سی باتوں میں سے چند باتیں آپ حضرات کے نفع کے لئے عرض کرتا ہوں' پہلی بات تو یہ ہے کہ ذکر محبت الٰہی کی نیت سے ہونا چاہئے۔ اور مجلس ذکر میں غفلت کے ساتھ نہ بیٹھے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ مجالس ذکر میں سکینہ نازل ہوتا ہے۔ سکینہ فرشتوں کی ایک جماعت کو بھی کہتے ہیں اور ذات باری تعالیٰ کی تجلیات کو بھی کہتے ہیں۔ ذکر کی برکت سے گناہ دھل جاتے ہیں اندر کا میل کچیل نکل جاتا ہے۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ظلمت دور ہوتی ہے۔ نور آجاتا ہے۔ ذکر کی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی خوب توفیق عطا فرمائیں۔

ذکر کرنے کا پہلا طریقہ

آپ ذکر میں پہلے نفی اثبات کو جس کو ذکر تہلیل بھی کہتے ہیں اس کو اختیار کیجئے اس توڑ جوڑ کے ذکر کی کثرت ہونی چاہئے یعنی غیر اللہ سے تعلق توڑنا اور اللہ سے تعلق جوڑنا۔ **لاالہ** ایسی باریک تلوار ہے جس کے ایک وار سے غیر اللہ ٹوٹ جاتا ہے اور **الا اللہ** کی بھی یہی شان ہے کہ انتہائی خاص صورت میں نور اللہ یعنی اللہ کا جو نور ہے وہ دل میں آجاتا ہے۔

"لا" کو پیر کے انگوٹھے سے نکالو اور گھٹنے تک لاکر اور گھٹنے سے زانو تک لاکر پھر ناف سے "الہ" کہتے ہوئے دائیں جانب جو چھاتی ہے یہاں پر لاؤ۔ تو "لا الہ" کے ذریعے ہم اس کو پیر کے انگوٹھے سے کھینچتے ہوئے غیر اللہ کو دھکا دیتے ہوئے کہاں لے گئے؟ دل کے سامنے یعنی دائیں پستان سے ذرا نیچے یہاں لطیفہ روح ہے۔ یہاں تک "لا الہ" کے ذریعے اغیار کو کھینچا اور ڈنڈا مار کر باہر نکالنا تھا۔ اس کے بعد ہم اغیار کو دور کرتے ہوئے اور باہر نکالتے ہوئے اور ان پر جھاڑو پھیرتے ہوئے' لطیفہ روح سے گزرتے ہوئے کہاں پہنچے؟ لطیفہ قلب میں۔ مثل تیر کے لگانے کے ہم نے کہا "الا اللہ" اس سے نور بیت اللہ (قلب) میں آگیا ان کی چیز ان کے گھر میں آگئی۔ ہم نے کیا کام کیا؟ امانت کا کام کیا' اللہ نے ہماری ڈیوٹی لگائی تھی کہ نور اللہ کو بیت اللہ میں پہنچا دو۔ تو ہم نے نور اللہ کو بیت اللہ میں پہنچا دیا۔ اور ہمیں جگمگاہٹ حاصل ہوگئی۔ سبحان اللہ! عجیب کشش اللہ پاک نے

ہمارے اندر پیدا فرمادی۔ بیت اللہ میں نور اللہ آگیا۔ یوں تو نور اللہ سب ہی جگہ ہوتا ہے لیکن خاص ہماری ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی۔ اللہ کی توفیق سے ہم نے وہ کام سرانجام دے دیا۔ کچھ عرصہ تک اس طریقہ پر محنت کی جائے۔ جب آپ بہ تکلف اس طریق کو اختیار کریں گے تو آپ کو یہ کھینچنا اور ڈالنا بے تکلف محسوس ہوگا جیسے کنویں میں رسی' ڈول ڈالنا اور نیچے سے بھر کر نکالنا تو ڈول کے ڈالنے اور کھینچنے میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ خالی ڈول کا ڈالنا آسان تھا لیکن جب وہ بھر گیا تو اس کو وزن کے ساتھ کھینچنا محسوس ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ اور دونوں کا فرق سامنے آتا ہے یا نہیں آتا؟ بالکل اسی طرح یہ کھینچنا اور ڈالنا کچھ عرصے کے اندر محسوسات میں آجاتا ہے۔ جب اس میں کامیابی ہوجائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے۔

ذکر کرنے کا دوسرا طریقہ

منفی مثبت ذکر کرنے کا دوسرا طریق یہ ہے کہ انسان اپنی ناف سے ذکر کی ابتداء کرے "لا" کو ناف سے نکالے اور دائیں طرف کا جو حصہ ہے یہ مرکز روح ہے یہاں آکر کہے "الہ" اور بائیں طرف ہے مرکز قلب' اس میں ذکر مثبت "الا اللہ" داخل کرے ذکر منفی کی ابتداء کرے ناف سے مرکز روح تک اور ذکر مثبت کو قلب کے اندر بائیں پستان کے نیچے مرکز قلب میں

داخل کرے اس طرح منفی' مثبت ذکر کرے' دونوں کا دوہرا فائدہ ہے' ذکر منفی سے تو غیر اللہ سے جان چھوٹ جاتی ہے اور ذکر مثبت سے محبوب حاصل ہوجاتا ہے۔

لہٰذا آپ ذکر منفی ناف سے نکالیں گے اور ناف یہ مرکز ہے اماریت کا' جب یہاں سے آپ ذکر منفی شروع کریں گے اور روح تک جب آپ پہنچیں گے یعنی مرکز روح تک اور اس کے بعد ذکر مثبت کو شروع کریں گے مرکز قلب تک تو اماریت اس کی پاش پاش ہوجائے گی جیسے پہاڑ میں اگر آپ بارود لگادیں اور بارود اپنا کام کرے تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ اس طریقے سے ذکر منفی سے نفس امارہ کی اماریت پاش پاش ہوجاتی ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ غیر اللہ سے پیچھا چھوٹ جائے گا اور مخلوقات سے جو توقعات ہیں وہ ختم ہوجائیں گی اور ذکر مثبت سے اللہ تعالیٰ مل جاتے ہیں.....اور چاہیے کیا......؟

ذکر کرنے کا تیسرا طریقہ

بائیں پستان کے نیچے مرکز قلب ہے' اور دائیں پستان کے ذرا نیچے لطیفہ روح ہے "لاَ" مرکز قلب سے نکالتے ہوئے لطیفہ روح میں پہنچیں وہاں سے "الٰہ" خارج کرتے ہوئے مرکز قلب میں "اِلا اللہ" کو داخل کریں۔ مسلسل

اسی استحضار کے ساتھ ذکر جاری رکھیں ابتداء بہ تکلف ہوگا بعد میں بے تکلف جاری ہوگا۔ مرکز قلب تجلیات ربانی کا مرکز اور آماجگاہ حق ہے۔ ذاکر "لا الہٰ" کی سیف سے قلب و روح کے لطیفوں سے غیر اللہ کو نکال دیتا ہے تو "الاّ" کی خصوصیت سے "اللہ" اسم اعظم کے انوار سے مرکز قلب جگمگانے لگتا ہے اور لطیفہ روح کے ذریعہ ذاکر کے رگ و پے میں اسم اعظم کے انوار پھیل جاتے ہیں غلبہ توحید نصیب ہو جاتا ہے جس کی برکت سے بدرجہ احسان اتباع شریعت اس کا حال بن جاتا ہے۔ اور ہمہ اوقات رضائے محبوب کا طالب رہتا ہے یہ تین طریقے ہیں اس کے علاوہ اور بھی طریقے ہیں لیکن آسان ترین یہ تین طریقے ہیں، اگر چالیس چالیس دن ایک ایک طریق پر گزار لئے جائیں تو پھر باقی مدت عمر تیسرے طریق پر گزار لی جائے انشاء اللہ سر سے لے کر پیر تک نور ہی نور محسوس ہوگا اور ہدایت کا خزانہ مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

ذکر کرنے کا چوتھا طریقہ

یوں تو ایک طریق یہ بھی ہے جب قساوت قلبی زیادہ ہوتی ہے تو ہلکا سا پاس انفاس کرانے کے بعد قرآن مجید رحل میں رکھا جاتا ہے ایک طرف شیخ بیٹھ جاتا ہے ایک طرف مرید بیٹھ جاتا ہے۔ پہلے شیخ ذکر کرتا ہے اور وہ

سہ ضربی ذکر کرتا ہے۔ ایک ضرب قرآن مجید کی طرف لگا تا ہے۔ ایک ضرب مرید کی طرف لگا تا ہے اور ایک ضرب اپنے قلب کی طرف لگا تا ہے۔ ایک طریق تو یہ ہے۔

اور اگر زیادہ ضرورت ہے تو پہلے ضرب اپنے قلب پر لگا تا ہے پھر قرآن مجید پر لگا تا ہے' پھر مرید کے قلب پر لگا تا ہے۔ جب کچھ دیر تک شیخ ذکر کرلیتا ہے تو اسی طرح اپنے مرید سے اپنی موجودگی میں مشق کرا تا ہے اس طرح کہ مرید ایک ضرب اپنے شیخ پر لگا تا ہے ایک قرآن مجید پر لگا تا ہے اور ایک اپنے قلب پر لگا تا ہے۔

ایک طریق یہ بھی ہے کہ ان تین کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کے ساتھ ذکر کیا جائے' مکہ معظمہ میں ذکر کیا جائے' یعنی بیت اللہ کے سامنے رحل میں قرآن مجید رکھا ہوا ہو' شیخ بھی موجود ہو' خانہ کعبہ بھی سامنے ہو اور مرید بھی موجود ہو۔ اب مرید "لا الہ الا اللہ" کا ذکر اس طرح کرے کہ ایک ضرب بیت اللہ پر' دوسری ضرب کلام اللہ پر' تیسری نائب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر' اور چوتھی ضرب "الا اللہ" کی اپنے قلب پر لگائے۔

ایک ضروری وضاحت

یہ طریق منصوص نہیں ہیں معالجات میں سے ہیں جیسے آپ یہ نہیں کہتے

کہ ہم نے تو قرآن مجید میں کہیں نہیں دیکھا کہ بخار کے مریض کو "پیناڈال" کھلایا کرو، جسم میں درد ہو تو "پونستان" دے دیا کرو اس طرح ان معالجات میں سمجھ لیجئے کہ جس طرح وہ جسمانی امراض کے علاج کے طریقے ہیں۔ ہم نے کلیہ بتا دیا کہ قرآن مجید کی تعلیم ہے کہ جب بیمار ہو جاؤ دوا بھی کرو، پرہیز بھی کرو لیکن کونسی دوا کرو اور کون سا پرہیز کرو اس تفصیل کی کیا ضرورت ہے" انبیاء کی بیماریوں کا ذکر ہے یا نہیں قرآن مجید میں؟ اسی طریقے سے یہاں پر ہے۔ جس طرح امراض جسمانی کے لئے طرق اور ترکیبیں استعمال کی جاتی ہیں اسی طرح روحانی امراض کے خاتمے کے لئے اور ان کے ازالہ کے لئے کچھ طرق اور ترکیبیں ہیں۔ ہم کون سا کہتے ہیں کہ اس سے ثواب میں ترقی ہوتی ہے۔ ذکر ثواباً ہے اور جہر و ضرب علاجاً ہے آسان سی بات ہے۔ جب ضرورت نہیں رہے گی علاج کی تو دیکھ لیجئے؟ جہر و ضرب چھڑوا دیا جائے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے کہا کہ یہ جی! حزب البحر میں کیا لکھا ہے! کہ یوں پھونک مارو، یوں پھونک مارو ایسے مٹھی بند کرو، ایسے کھولو، فرمایا : اس قصے کو جانے دیجئے آپ سیدھا سیدھا حزب البحر پڑھ لیا کیجئے، ہمارے حضرات ایسی چیزوں پر اڑے نہیں رہتے وہ تو بس کام میں لگانا چاہتے ہیں۔ یہ باتیں سمجھنے کی ہیں۔

ان ایام مبارکہ کی برکت سے آپ حضرات تشریف لائے ہیں' توفیق الٰہی سے قبولیت کا وقت ہے کہ ماہ مبارک کی آخری شب جمعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کے سلسلے میں باتیں کرنے اور سننے کی توفیق عطا فرما رہے ہیں۔ یہ بڑی چیز ہے نہ معلوم کون طالب صادق ان جواہرات اور نوادرات کو پلے باندھ کرلے جائے اور زندگی بھر کے لئے کام میں لائے۔ انشاء اللہ رگ رگ میں' پٹھے پٹھے میں ذکر اللہ کا نور محسوس ہوگا۔

سائیں توکل شاہ صاحب کی خدمت میں حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے گئے تو سائیں صاحب نے فرمایا مولوی صاحب! جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں تو منہ میٹھا ہوجاتا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یوں خیال نہ کرنا کہ ایسے ہی میٹھا ہوجاتا ہوگا۔ بلکہ ایسا میٹھا ہوتا ہے جیسے میرے منہ میں شکر پڑی ہوئی ہو۔

دیکھا! مولانا فقیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے' بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میرے منہ میں جلیبیوں کا شیرہ پڑا ہوا ہو۔ یہ ذکر کے برکات ہیں بعض بزرگوں کو اللہ تعالیٰ دکھلا دیتا ہے۔ بعض کو نہیں دکھلاتے۔ جن کو نہیں دکھلاتے ان کو بے دکھلائے ہی منزل پر پہنچا دیتے ہیں۔ مقصد تو منزل پر پہنچنا ہے۔ بعض آدمی درجے میں اونچا ہوتا ہے لیکن راہ کے منازل سے بے خبر ہوتا ہے۔ بلکہ بے خبر رکھا جاتا ہے۔ جیسے آپ گاڑی کی اکانومی کلاس میں سفر کررہے ہیں تو آپ باغات' جھاڑیاں دیکھتے

ہوئے جائیں گے' مٹی دھول پڑے گی' کپڑے بھی میلے ہوں گے اور گاڑی کراچی کینٹ پہنچے گی۔ اسی گاڑی کے آپ اگر ائرکنڈیشن ڈبے میں بیٹھ جائیں تو باہر کا منظر کچھ نظر نہیں آئے گا' صاف ستھرے سفر کرتے ہوئے جائیں گے۔ لیکن اتریں گے وہیں کراچی کینٹ پر جاکر۔ کسی کو مناظر دکھلا کر راستہ طے کراتے ہیں اور کسی کو سلا کر راستہ طے کراتے ہیں لیکن پہنچنا ایک ہی جگہ پر ہے۔

تو بھائی! یہ توڑ جوڑ کا ذکر لیتے جانا' غیر اللہ سے توڑا اور اللہ سے جوڑ آسان سی بات ہے۔

ایک عارف کا قول ذرّیں

ایک بزرگ نے عجیب بات فرمائی۔

"نہ یگانہ رہنا' نہ بیگانہ رہنا"

کیا عجیب بات فرمائی ہے! کتنا عارفانہ قول ہے! غور کیا آپ نے؟ یعنی غیر اللہ کے ساتھ یگانہ پن نہ ہو اور خدا کے ساتھ بیگانہ پن نہ ہو۔ اس اللہ کے مقبول کے قول پر عمل در آمد جب ہی ممکن آتا ہے جب آپ ذکر تحلیل' ذکر توڑ جوڑ کو پابندی کے ساتھ کریں گے' انشاء اللہ یہ چیز آپ کو حاصل ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ یہ فہم و بصیرت' دانائی و حکمت ہمیں عطا فرمائیں۔

ارے! ذاکر کو ہر چیز ملتی ہے' ذاکر زندہ ہے غافل مردہ ہے' تجھے حیات ابدی دی جارہی ہے ذکر کی برکت سے ظالم! اس پر شکر کر' ایک بار اللہ کہہ لینا ساری کائنات سے افضل ہے۔ دنیا ومافیہا کی ہر نعمت اور ہر چیز سے افضل ہے۔

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہزار بار بھی اگر کوئی آب گلاب سے اپنی زبان کو دھوئے تو ایک بار بھی اللہ کا نام لینے کے قابل نہیں۔

اسم اعظم کے ذکر کرنے کا طریقہ

عظمت الٰہی' اللہ کی کبریائی' بڑائی کے استحضار کے ساتھ اسم ذات باری تعالیٰ' اسم اعظم لیجئے' بہت ہی پیار و محبت کے ساتھ لیکن اس میں انداز یہ ہونا چاہئے کہ یہ تصور کرے کہ ہماری روح انگوٹھے کی جانب سے اوپر کی طرف آرہی ہے۔ گھٹنے تک آگئی........ گھٹنے سے کولہے تک آگئی .... پھر ناف تک آگئی .... پھر دل تک آگئی اور پھر سر سے پرواز کرتی ہوئی آسمان تک چلی گئی....... اور آسمان دنیا سے بیت المعمور چلی گئی ......بیت المعمور پر انوار الٰہی کی بارش ہورہی ہے...... عجیب چمک دمک ہے..... اور وہاں سے پرواز کرتی ہوئی عرش عظیم کے سامنے پہنچ گئی۔ لہٰذا سانس کو انگوٹھے کی جانب سے سر کی طرف لانا چاہئے اور سر سے آسمان کی

طرف پورے تصور کے ساتھ اور پورے مراقبے کے ساتھ اوپر لے جانا چاہئے۔

بہت پیار و محبت سے اسم اعظم زبان سے ادا کرنا چاہئے۔ ایک بار اسم اعظم زبان سے ادا کرنا، کل کائنات سے افضل ہے۔ اللہ کے نام میں عجیب جلالت شان ہے۔ اور عجیب تاثیر ہے۔ اس سے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔

ذکر

دوازدہ تسبیح دو تسبیح لا الہ الا اللہ کی چار تسبیح الا اللہ کی چھ تسبیح اللہٗ اللہ کی اور ایک تسبیح اللہ اللہ کی۔ اس کے لئے فرصت نہ ہونے پر صرف پانچ منٹ لا الہ الا اللہ اس طرح کہ چند بار لا الہ الا اللہ کا ورد کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا لیا کریں۔

یا صرف پانچ منٹ ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرلیا کریں۔ اشغال شیخ کی تجویز پر اور اس کی نگرانی میں کریں از خود نہ کریں۔

وباللہ التوفیق

قال اللہ تعالیٰ

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْر

○ بدنظری کے مہلکات ○ بچاؤ کے طریقے

○ اکابر اولیاء کے تقویٰ کے واقعات وارشادات

افادات

شفیق الامت حضرت مولانا محمد فاروق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ خاص

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

مقام وعظ - ساؤتھ افریقہ

ناشر

مکتبۃ النور

پوسٹ بکس ۱۳۰۱۲ کراچی ۷۵۳۵۰، پاکستان

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ
یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْر

توفیق الٰہی اپنے حضرت کی برکت سے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔ جسمانی اور بدنی بیماریوں کی نسبت روحانی، قلبی اور باطنی بیماریاں زیادہ خطرناک ہیں، اور گناہ کو ہلکا اور معمولی نہیں سمجھنا چاہئے، گناہ کو معمولی سمجھنا بہت بری بات ہے۔ یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْر اس آیت میں ایک ایسے گناہ کا بیان ہے جس کو لوگوں نے ہلکا سمجھ رکھا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں نے اس آیت کا بیان شروع کیا ہے۔ اس آیت میں دو گناہوں کا بیان ہے آنکھوں کا گناہ اور دل کا گناہ، یوں تو آنکھ کے بہت سے گناہ ہیں لیکن یہاں ایک خاص گناہ کا ذکر

ہے وہ ہے بد نظری۔ اسی طرح دل کے بہت سے گناہ ہیں لیکن یہاں دل کے بھی ایک خاص گناہ کا ذکر ہے اور وہ ہے بری نیت' ان دونوں گناہوں کو لوگ گناہ تو سمجھتے ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ جس قدر یہ نقصان پہنچاتے ہیں اس قدر نہیں سمجھتے۔ دیکھئے! ادنیٰ اثر یہ ہونا چاہئے کہ گناہ کرکے کم از کم دل تو میلا ہو جائے مگر اس گناہ کے بعد دل بھی میلا نہیں ہوتا۔ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مومن اور پریشان ہو' بس ایک ہی موقع ہے پریشانی کا۔ اس کے علاوہ کسی موقع پر پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ عین پریشانیوں کے ہجوم میں بھی پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ اور وہ موقع ہے گناہ کا' اس پر جتنا بھی پریشان ہو کم ہے اور حضرت نے فرمایا کہ اگر دل ہی دل میں اپنے نفس کو ملامت نہ کی تو کان کھول کر سن لے کہ اس کا نفس نفس امارہ ہے۔ معاصی کے اوپر ملامت نہ کی تو یہ علامت ہے کہ اس کا نفس امارہ ہے۔ اگر ملامت کی تو نفس امارہ نہیں لوامہ ہے۔ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اطمینان والی جان بہتر ہوا کرتی ہے۔ یہ بے اطمینانی کی حالت کب تک قائم رکھو گے؟ مانا کہ اللہ تعالیٰ نے "لوامہ" کی قسم کھائی ہے اور قسم اچھی چیز کی کھائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ لوامیت میں پڑے رہو' اطمینان والی جان بہتر ہوا کرتی ہے۔ کب تک بے اطمینانی کی حالت میں رہو گے۔

سبحان اللہ! عجیب ارشاد ہے اس آیت میں بد نظری اور بری نیت دو کا

بیان ہے۔ گناہ کر کے کم از کم دل تو میلا ہونا چاہیئے مگر اس گناہ کے بعد دل بھی میلا نہیں ہوتا۔ ان دونوں گناہوں کو لوگ بہت معمولی سمجھتے ہیں۔ میرے حضرت کا اور میرا یہ زیادہ موضوع نہیں ہوتا شرم بھی آتی ہے کہ بد نظری بری نیت اور بے ریشی کے بارے میں زیادہ گفتگو کی جائے۔ طبیعت محجوب ہوتی ہے لیکن بعض دفعہ ضرورت کے تحت یہ باتیں بیان کرنا پڑتی ہیں۔

نہی عن المنکر کا مسیحانہ انداز

لاہور میں ایک دن ابا جی نے فرمایا (مراد میرے حضرت ہیں)۔ "داڑھی منڈانا" مد شرع میں کتروانا کون نہیں جانتا۔ ہر ایک جانتا ہے کہ یہ حرام ہے۔ بھئی! مجھے تو شرم آتی ہے دیکھئے ناں! بے ریش حضرات بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسے بھی بیٹھے ہوئے ہیں جن کی داڑھی حد شرع سے کم ہے مجھے تو بہت شرم آتی ہے میری طبیعت محجوب ہوتی ہے کہ میں کیا کروں بس بیچ میں بات آگئی کہ ان کو کبھی حقیر نہ سمجھا جائے۔ فاعل کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے فعل کو حقیر سمجھنا چاہیے۔ ابا جی نے فرمایا! بیمار ہے' بیمار' شفا ہو جائے گی۔ بیمار ٹھیک نہیں ہو جاتے؟ اس میں تو مسئلہ ترک کا ہے فعل کا ہے بھی نہیں ترک میں کچھ کرنا تو پڑتا نہیں' چھوڑ دو بس۔ بندے کا یہ موضوع نہیں ہے میری طبیعت محجوب ہے۔ میرے حضرت کی کرامت ظہور

میں آئی۔ ان آنکھوں نے دیکھا کہ صدھا افراد جو بے ریش تھے یا جن کی داڑھی حد شرع سے کتری ہوئی تھی۔ اس ایک نشست میں سب کی داڑھی شرعی ہوگئی۔ اور یوں کہتے رہے کہ میاں مجھے شرم آتی ہے ایسی باتوں سے طبیعت محجوب ہوتی ہے۔ کیا انداز ہوتا تھا ان کا! افوہ : کبھی یوں بھی فرمایا کرتے تھے "معاف رکھنا" بات ہے تو کہنے کی لیکن ہمت نہیں ہوتی۔ کہے دیتا ہوں" کیا لطف انداز ہے! سبحان اللہ!

تو اسی طرح یہ بات اس آیت کے تحت آگئی ہے **یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْر** کسی عورت کو دیکھ لیا۔ کسی بے ریش لڑکے کو گھور لیا بہت بری بات ہے۔ کس طرح طبیعت گوارا کرتی ہوگی؟ اس بات سے گھن آتی ہے اور اس کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان کو دیکھ لیا اور اس گناہ سے تو بوڑھے بھی بچے ہوئے نہیں ہیں۔ بدکاری سے تو بہت بچے ہوئے ہیں لیکن اس سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔

بد نظری کی اقسام

بیچ میں مجھے اپنے ابا جی کی بات یاد آگئی کہ لوگوں نے بد نظری صرف نظر بالشہوت کو سمجھ رکھا ہے۔ ارے! یہ بھی تو بد نظری ہے کہ کسی کو حسد کی نظر سے دیکھا جائے کسی کو نفرت سے دیکھا جائے۔ کسی کو حقارت سے دیکھا جائے۔ کسی کو اپنے سے کم سمجھا جائے کسی مقابل سے کمالات میں اپنے کو

زیادہ سمجھا جائے اسے تو کوئی بد نظری میں شمار نہیں کرتا۔ یہ تو بد نظری پہلے ہے کیا عجیب بات فرمائی اس مسیحا نے!

فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں نے اپنے طور پر بہت کوشش کی ہے لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ ضرورت مربی کی ہے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کا ایک نادر واقعہ سنایا کہ ایک ضعیف العمر آدمی نے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میرا آپ سے پرانا تعلق ہے لیکن اب میں لب گور ہوں قبر کے قریب ہوں اور ایک رذیلے کی طرف سے بے حد پریشان ہوں۔ اور شرم بھی آتی ہے۔ اور خیال کو چھپائے برسہا برس ہو گئے۔ اب تو اعضاء میں جان بھی نہیں رہی۔ سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں کہ کیسے چھٹکارا حاصل ہو؟ وہ رزیلہ یہ ہے کہ میں عورتوں کو گھورتا ہوں۔ اور تو کچھ نہیں میری طبیعت دیکھنے کی طرف چلتی ہے۔ نمازوں کا پابند ہوں اور تسبیحات کا بھی پابند ہوں۔ تہجد بھی ہے' اشراق بھی ہے' چاشت بھی ہے' اذکار بھی ہیں اور اشغال بھی ہیں۔ لیکن اس عیب کو میں نے چھپایا ہوا ہے نظر ہٹتی نہیں۔

واہ رے مجدّد! فرمایا نظر ہٹانے کی ضرورت نہیں۔ جب کسی پر نظر پڑے تو نظر جما کر دیکھا کریں۔ دیکھا مربی! لیکن مربی ایسے ہی نہیں بن جاتے۔ جیسے آج کل بن رہے ہیں۔ بغیر مربہ بنے۔ اور معلوم ہے کہ مربہ کس طرح بنتا ہے؟ سیب کا چھلکا اتارا جاتا ہے کانٹوں سے گھونپا جاتا

ہے۔ اور ابالا جاتا ہے اور شیرہ میں پکایا جاتا ہے۔ پہلے مربہ بنتا ہے اگر اس کے بعد منجانب اللہ اشارہ غیبی ہو تو بنتا ہے مربی۔ فرمایا : نظر ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے نظر جمانے کی ضرورت ہے اب آپ یہ بھی اندازہ کیجئے کہ جس کو آپ نظر جما کر دیکھ رہے ہیں اس کی عمر کیا ہے؟ آپ سے بڑی ہے تو ذرا زور سے کہئے یہ میری ماں ہے۔ یہ میری ماں ہے یہ میری ماں ہے۔ برابر عمر کی ہے تو کہئے یہ میری بہن ہے یہ میری بہن ہے یہ میری بہن ہے۔ اگر چھوٹی ہے تو کہئے یہ میری بیٹی ہے یہ میری بیٹی ہے یہ میری بیٹی ہے۔ حضرت نے ایسے کئی بار تحریر فرمایا اور فرمایا کہ اس پر دس دن عمل کر کے جواب دیجئے۔ خط پہنچ گیا اور تین دن میں شفا ہو گئی۔ پچاس سال کا رذیلہ تین دن میں ختم ہو گیا۔ اور بہت جلدی جواب آگیا۔ ابا جی فرماتے تھے کہ جب جواب بھیجا تھا تو مجلس میں تذکرہ فرمایا تھا کہ اللہ کی طرف سے یہ وارد ہوا ہے میں نے یہ جواب لکھ دیا ہے۔ دیکھئے! اب کیا جواب آتا ہے۔ وہ جواب پانچویں چھٹے دن ہی آگیا۔ اور انہوں نے لکھا کہ الحمد للہ تین دن نہیں گزرے' شفا ہو گئی۔

صاحبو! ضرورت ہے ایسے مربی کی جو پہلے مربہ بن چکا ہو مجاہدے کی بھٹی سے گزر چکا ہو۔ اور اگر ایسے ہی مربی تشکیل ہونے لگیں جیسے کہ فی زمانہ ہو رہے ہیں تو یاد رکھنا! ملت کو نقصان پہنچے گا۔ مشہور ہے "نیم حکیم خطرہ جان۔ نیم ملا خطرہ ایمان" بس اس نیم سے بچے رہو۔

تو فرمایا کہ بوڑھے بھی اس حرکت سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔ برا کام کرنے کے لئے تو بہت کچھ تدبیریں کرنی پڑتی ہیں لیکن نگاہوں کے غلط استعمال کے اندر کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ لیکن ہے بہت بڑا عیب توبہ! توبہ!

مفید مراقبہ

ہمارے حضرت نے اس سے شفا کے لئے ایک مراقبہ تعلیم فرمایا۔ عجیب بات فرمائی کہ ایک مراقبہ کرلیا کرو جب کہ طبیعت اس طرف چلنے لگے اور میلان اس کی طرف ہونے لگے۔ مراقبہ کہتے ہیں کہ گردن جھکا کر گہری سوچ ہونا۔ وہ یہ ہے کہ اگر دیکھا تو جہنم کے قریب اور نہ دیکھا تو جنت کے دروازے پر سبحان اللہ!

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک آدمی کو حکم ہوگا کہ تم دوزخ چلے جاؤ۔ وہ کہے گا یا اللہ! مجھے منظور ہے میں بالکل جاؤں گا۔ لیکن ایسا کیجئے مجھے جنت کا دروازہ دکھلا دیجئے۔ میں نے اس کی بڑی تعریفیں سنی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے اچھا! اس کو دروازہ دکھلا دو۔ بس جنت کا دروازہ دیکھتے ہی لوٹ پوٹ ہوجائے گا۔

علاج میں خودرائی کا انجام

اباجی نے فرمایا کہ ایک آدمی داڑھی کے بال نوچا کرتا تھا لیکن اس کو

برا بھی لگتا کہ داڑھی کے بال نوچتا ہوں۔ لہٰذا اس نے کہہ دیا کہ جو یاد دلائے گا اس کو اکنّی دوں گا۔ ایک آنے کو ہمارے بچپن میں اکنّی کہتے تھے۔ اگر کسی نے دس مرتبہ یاد دلایا تو دس آنے دیا کرتا تھا لیکن اس حرکت سے باز نہیں آیا۔ اور خود مریض اور خود طبیب بن کر شفایاب نہ ہوا۔ اب صبح سے شام تک جتنی بار بھی جتنے آدمی یاد دلایا کرتے اتنی اکنیاں وہ دے دیا کرتا تھا۔ اور اپنے طور پر یوں سمجھا کہ علاج ہو جائے گا' نفس قابو میں آجائے گا۔ لیکن حیران تھا کہ نفس قابو میں نہیں آیا۔ کسی نے دس دفعہ یاد دلایا دس آنے دے دیئے اور بیس دفعہ یاد دلایا تو بیس آنے دے دیئے۔ لیکن وہ اس حرکت سے نہیں رکا۔ لیکن حیران ہو گیا کہ نفس قابو میں نہیں آیا ایک اللہ کے مقبول سے ملے۔ مربی سے ملے جو پہلے کسی کے ہاتھ سے مرید بن چکے تھے۔ ان سے کہا کہ ایسے ایسے بات ہے میں نے اپنے طور پر ایک ایک آنہ دے کر بہتیری کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ ایسے کرنا اگر تم ایک بال توڑو تو بیس رکعت نفل پڑھنا۔ طالب صادق تھا ایک بار اس نے بیس رکعت نفل پڑھے اور دوسرے وقت کے لئے کان پکڑ لیا' علاج ہو گیا۔ مرض غائب ہو گیا۔ پیسے بھی بچے کام بھی بن گیا۔ اللہ والوں کی عجیب شان ہوتی ہے۔

فرمایا کہ اور کاموں کے اندر آبرو کا بھی خیال ہوتا ہے لیکن یہاں کسی کو کیا پتہ' سفید ریش اور بزرگ ہیں۔ بچوں پر بڑی شفقت فرماتے ہیں'

محبت سے دیکھ رہے ہیں۔ کسی کو کیا پتہ کہ کیا ارادہ ہے اور کیا نیت ہے؟ ابا جی بڑے پیار سے نوجوانوں سے فرمایا کرتے تھے۔ بچو بچو! اور چپکے سے فرمایا کرتے تھے بچوں سے بچو' اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ بچ کا مادہ ہے بچنا ہی چاہئے۔ اختلاط اچھا نہیں۔ اور گھر کے بچوں کو ایسے رکھنا کہ چڑچڑے بن جائیں' ضدی بن جائیں۔ کسی دینی سفر پر نہ جانے دیں۔ گھر کا نظام مختل ہو جائے۔ یہ بھی خلاف مصلحت ہے محبت اور شفقت ہو لیکن اعتدال کے ساتھ۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے' خوب رکھا جائے۔ اور ایک بات یہ بھی فرمائی کہ بعض دفعہ اہل اللہ کو اس کا اندازہ ہو جاتا ہے آنکھوں کی ظلمت ان کو نظر آجاتی ہے لیکن کہتے نہیں۔

اصلاح کا صحیح انداز

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور وہ بدنظری کر کے آیا تھا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا نام نہیں لیا لیکن ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کو گزرے' اتنا عرصہ نہیں ہوا بڑے افسوس کی بات ہے لوگوں کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے' دیکھئے! ایسے انداز سے آپ نے خطاب عام سے نصیحت فرما دی۔ اور یہی ہمارے مشائخ کا طریقہ ہے۔ پہلے خطاب عام

ہوتا ہے بہت لطیف انداز سے۔ اشارۃً اور کنایتہً بھی نہیں کہتے کہ فلاں کے لئے کہا جا رہا ہے۔ ایسا انداز تکلم انداز گفتگو ہمارے حضرت کو ناپسند ہے۔ اور پھر خطاب خاص کے ذریعے پھر بھی نہ سمجھے۔ تو پھر ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں لے جا کر بات کرے۔ لیکن اس میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب تک مریض اپنے مرض کا خود اقرار نہ کرے' معالج کو اس میں پوری کامیابی نہیں ہوتی۔ ایسے مقدمات اس کے چاروں طرف قائم کرے' ایسا گھیرا اس کے چاروں طرف قائم کرے' کہ وہ بخلوص اپنے مرض کا خود اقرار کرے۔ یہ نہیں کہ تمہارے اندر فلانا مرض ہے اور ایک دم سے اسے کہہ دیا جائے تو یہ چیز نافع نہ ہوگی۔ ایسے تمہیدات' ایسے مقدمات اس کے چاروں طرف لائے جائیں کہ اس کو احساس ہو جائے اور از خود سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ اور پھر اپنے معالج سے مربی سے عرض کرے جی وہ میرے اندر بات کھٹک رہی ہے۔

ہمارے ہاں کراچی کا ایک واقعہ تھا میں نے ابا جی کے سامنے رکھا کہ ایک بزرگ نے ایک شخص سے یوں کہا کہ تمہارے اندر عجب ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نام میں نے کسی کا نہیں لیا۔ میں تو اپنے استفادے کے لئے بات عرض کر رہا تھا' نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ ابا جی نے فرمایا کہ ان بزرگ کو فن سے مناسبت نہیں۔ اگر فن سے مناسبت ہوتی تو یہ طریق اختیار نہ کرتے۔

اور فرمایا کہ بد نظری سے آنکھوں میں ایسی بے رونقی پیدا ہو جاتی ہے جس کو تھوڑی سی بھی بصیرت ہوگی وہ پہچان لے گا۔ کہ اس شخص کی نظر پاک نہیں اگر دو ایسے شخص ہوں کہ عمر میں بھی برابر ہوں' خوبصورتی میں بھی برابر ہوں' اور پھر دیکھا جائے تو ایک کی آنکھ میں نور ہوگا' یا رونق ہوگی دوسرے کی آنکھیں بے نور ہوں گی بے رونق ہوں گی' وحشت برس رہی ہوگی۔ بزرگوں کو بعض دفعہ کشف سے معلوم ہو جاتا ہے لیکن وہ نام لے کر کسی کو رسوا نہیں کرتے۔ ہمارے حضرت نے ایک عجیب واقعہ حضرت غوث پاک کا سنایا ان کو مکشوف ہو گیا کہ ایک آدمی اتنی دفعہ برا کام کرے گا۔ بے چین ہو گئے حضرت۔ تہجد میں خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے' یا اللہ! اس کو اس مصیبت سے بچا لے' ایسا نہ ہونے پائے' مقبول بارگاہ تھے' مستجاب الدعوات تھے' غوث اعظم تھے' دعا قبول ہو گئی۔ دو تین دن کے بعد اسے چارپائی پر ڈال کر لایا گیا اتنا وہ لاغر ہو گیا اتنا وہ کمزور ہو گیا اس کی صحت بالکل جواب دے گئی اور چارپائی پر ڈال کر اٹھا کر لائے حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں' اور آکر عرض کیا! حضرت کیا عرض کیا جائے بڑی شرم کی بات ہے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ ایسی تکلیف ہوئی کہ ایک ہی شب میں اسے ستر بار نہانے کی ضرورت پیش آئی حضرت نے کہا مبارک ہو! مبارک ہو! اللہ نے ایک معصیت کو ثواب میں بدل دیا۔ فرمایا تم جانے دو اس بات کو' میری دعا قبول ہو گئی ہے۔ تم نہیں

جانتے اس بات کو' اللہ تعالیٰ نے ایک حرام کام سے بچا لیا اور ثواب کی ایک صورت پیدا فرمادی۔ ٹھیک ہو جائے گا' شہد دو' انڈے دو وغیرہ وغیرہ اور بہت خوش ہوئے کہ میری دعا قبول ہو گئی۔ الحمدللہ۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ ایک طالب علم دیر کرکے سبق کے لئے آیا۔ شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کو کشف سے معلوم ہوا کہ ان کو نہانے کی حاجت ہے لیکن ابھی تک یہ نہایا نہیں لیکن دیکھئے! کیسی پردہ پوشی کرتے ہیں یہ حضرات۔ (اس سے فرمایا) ٹھہرنا بھائی ٹھہرنا! ذرا طبیعت نہیں چل رہی ہے' ذرا جمنا پر نہانے چلیں گے سب اپنی اپنی لنگیاں لے لو۔ اور تم وہیں ٹھہرو ہم بھی آئے۔ ساتھ ساتھ چلو ہمارے۔ سب لنگیاں لے کر جمنا چلے گئے جو دلی کے اندر ایک دریا ہے' حضرت نہائے اور واپس آکے حضرت شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا : دیر تو ہو گئی ہے لیکن ناغہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیا شان تھی حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کی۔ مجھے کئی آدمیوں نے بتایا اور میں نے اباجی سے براہ راست بھی سنا۔ دو دو بجے رات کو تشریف لا رہے ہیں بس استنجاء کیا اور وضو کیا اور گھنٹی لگوا دی۔ اور سبق ہو رہا ہے۔ اب تو انحطاط ہو گیا ہے تنزل ہو گیا ہے بعض جگہ تو ایسا ہوتا ہے کہ چالیس چالیس صفحے کے بعد ایک ایک روایت پڑھی جاتی ہے۔ لیکن حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مسیح الامت رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں پوری کتابیں ختم ہوتی

تھیں۔ الحمدللہ بندے کو اپنے حضرت کے ہاں صحاح ستہ میں شرکت کا پورا پورا موقع ملا ہے۔ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ لیجئے۔ سبق بھی پڑھا دیا وہ طالب علم شرمندگی سے پانی پانی ہوگیا۔ اچھا تاثر پیدا ہوا۔ بات بھی پردے میں رہی' اس کی ارادت اور عقیدت اور بڑھ گئی' اللہ والوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ خود کتنی تکلیف اٹھائی اور کیسے عمدہ طور سے اسے غسل بھی کروا دیا۔ جب اللہ والوں کی شان معلوم ہوگئی کہ وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے تو جو لوگ اللہ والوں کے پاس آتے ہیں ان کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے عیب کو چھپایا نہ کریں۔ اور میں تو حضرت آپ کو ایک بات پتہ کی بتاتا ہوں کہ جتنے حالات من و عن اباجی کے سامنے رکھے اباجی کے محبوب بن گئے۔ الحمدللہ محبوب ہوگئے فرمایا کہ رنگین رنگین باتیں تو سب رکھتے ہیں سنگین کوئی نہیں رکھتا۔ جوں کے توں حالات اپنے مربی کے آگے رکھتا چلا جائے مضمون نگاری کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے آج تک اپنے کسی خط کو فیئر نہیں کیا۔ الحمدللہ میرے پاس اباجی کے ایک ہزار سے زائد خطوط ہیں۔ لیکن کبھی بھی یہ نوبت نہیں آئی کہ پہلے اسے رف کروں پھر فیئر کروں۔ الحمدللہ ایک خط پر بھی ایسا نہیں کیا۔ بس ایک بات پیش نظر رہی کہ میرا مربی میرا مصلح ہے میں اگر تحریر کے اعتبار سے غلطی کروں گا تو میری تصحیح فرمائیں گے اور یہی ہوا۔ جوں کی توں بات پیش کرتا رہا یہ نہیں کہ مضمون نگاری کی ہو۔ جیسا بھی لکھا گیا ڈھنگ سے یا بے ڈھنگا سب پیش کرتا رہا' اباجی

رحمتہ اللہ علیہ پر کروڑوں رحمتیں ہمیشہ ہوتی رہیں۔ بڑا احسان فرماتے رہے درست فرماتے رہے اور اصلاح فرماتے رہے یہ طریق ہے عظمت طریق کے ساتھ استفادہ کرنے کا' کہ ہر حالت پوری پوری اپنے مربی کے آگے رکھ دے۔ اور مربی وہ اچھا ہے جس کی فن میں دلچسپی ہو۔ جَن جَن کے ڈالے جائے اور بعد میں پالنے کا ہوش نہ ہو۔ کسی کو بیعت کرلینا' کسی کا تعلق قبول کرلینا بیٹا بنا لینا ہے۔ اور اپنے اوپر لازم اور واجب کرلینا ہے کہ تیری ذمہ داری اب میرے سر ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم اور عقل مستقیم عطا فرمائے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اپنی حالت دیکھنا چاہئے کہ ہم اس بد نظری سے بچنے کا کتنا خیال رکھتے ہیں میرے خیال میں شاید ہزاروں میں سے ایک اس سے بچا ہوا ہو۔ ورنہ عام طور پر لوگ اس میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس کو بہت ہلکا سا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور گناہ کو ہلکا سمجھنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ جوان ہیں انہیں تو معلوم بھی ہوتا ہے کہ ہم میں بد نظری کا مرض ہے۔ اور جن کی عمر جوانی سے ڈھل گئی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم میں یہ مرض موجود ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں شہوت تو ہے نہیں۔ اس لئے ہم اگر کسی کو دیکھ لیں اور نظر کرلیں تو کیا حرج ہے؟ سو ان کو اپنے مرض کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

اچھی صورت اور اچھی چیز دیکھنے میں فرق

اور بعضوں کو اور قسم کا دھوکہ ہوتا ہے شیطان یہ بہکا دیتا ہے کہ اچھی صورت دیکھ لینے میں کیا حرج ہے' یہ تو ایسے ہے جیسے پھول یا اچھے کپڑے یا اچھے مکان کو دیکھ لیا۔ یاد رکھو! یہ بالکل دھوکہ ہے۔ بات یہ ہے کہ پھول اور خوبصورت مکان کو دیکھنا اور طرح کی خواہش سے ہوتا ہے اور خوبصورت انسان کو دیکھنا اور طرح کی خواہش سے ہوتا ہے۔ ایک اس سے واضح مثال بیان فرمائی اباجی رحمتہ اللہ علیہ ثم رحمتہ اللہ علیہ ثم رحمتہ اللہ علیہ نے کہ بہت خوبصورت امرود دیکھو' بہت خوبصورت انگور دیکھو' اور کاغذی لیموں دیکھو جو خوب ترش' کھٹا اور رس سے بھرا ہوا دیکھو۔ دونوں کے دیکھنے میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اور دونوں کو کاٹو تو امرود کے کاٹتے وقت منہ میں پانی نہ آئے گا اور آپ کاغذی لیموں کو کاٹ کر نچوڑ کر دیکھیں تو سہی کیا کہنے دوسروں کے منہ میں بھی پانی بھر آئے گا۔ اباجی نے فرمایا یہی فرق ہے کہ امرود کو دیکھا منہ میں پانی نہیں آیا امرود کو کاٹا منہ میں پانی نہیں آیا۔ اور کاغذی لیموں کو دیکھا اور کاٹا تو منہ میں پانی آیا۔

اس پر حکایت سنائی کہ لال قلعے میں ایک چھوٹا سا مغلیہ شہزادہ تھا دلی میں روزہ کشائی کی رسم چل پڑی تھی کہ ذرا ذرا سے بچوں کو روزہ رکھوانا' پھر روزہ کشائی کروانا' روزہ کھلوانا' اور اس میں ہزاروں افراد کی دعوت کرنا۔ تو یہی بات قلعے میں بھی پہنچ گئی۔ چھوٹے سے شہزادے کو جس

کی چھوٹی سی عمر تھی اور نا سمجھ بچہ تھا روزہ رکھوا دیا دوپہر کو اس کی حالت خراب ہوگئی۔ اور روزہ بھی سچا روزہ رکھوایا۔ ایک تو ہوتا ہے بچوں کا ایک داڑھ کا روزہ۔ دس گیارہ بجے ایک داڑھ کا روزہ کھلوا دیتے ہیں۔ ایک داڑھ کا نہیں رکھوایا' سچا روزہ رکھوایا اور نیت بھی کروائی سب کچھ ہوا ابا جی فرماتے ہیں کہ بچے کی حالت خراب ہوگئی' اور فرمایا کہ درباری علماء تھے مسئلہ بتایا گیا کہ روزہ تڑوا دو' نہ قضا ہے نہ کفارہ ہے۔ نابالغ ہے چھوٹا سا بچہ ہے قصہ ختم کرو۔ (کہنے لگے) نہیں جی! کوئی بھی ترکیب ہو شام تک اس کا روزہ رہ جائے اتنی بڑی ہم نے تقریب منائی ہے۔ صدہا افراد کی دعوت کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ابا جی فرماتے ہیں کہ کسی نے ان کو مشورہ دیا کہ دہلی میں بڑے بڑے اطباء' حکما ہیں' ان سے مشورہ کرلیا جائے' خیر حکیموں کو بلایا ایک ان کے اندر کہنہ مشق تھے پرانے تجربہ کار' اس نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ بچے کو جو روزے کی وجہ سے خشکی ہے وہ ابھی دور ہو جائے گی۔ کاغذی لیموں لے آؤ انہوں نے چٹخارے لے لے کر کاٹے اور کہا کہ بہت ترش' بہت کھٹا' اوہو! بچے میں اتنا شعور تھا کہ کھٹی چیز کیا ہے میٹھی کیا ہے۔ بس اس پر ان کے منہ میں پانی آنا شروع ہوگیا جب پانی آنا شروع ہوا تو اس نے کہا کہ اس کو نگل لو۔ صائم آدمی بحالت صوم لعاب دہن نگل سکتا ہے۔ اب اس نے نگلا تو اس کی حالت سنبھل گئی۔ شام تک روزہ پورا ہوگیا تو خوبصورت امر ایسے ہی ہے جیسے

پھلوں میں کاغذی لیموں۔ بڑا فرق ہوتا ہے۔ حقیقی بھائی' حقیقی بیٹا ہو اور اسی عمر کا دوسرا بچہ ہو۔ بہت فرق ہے بعض مخصوص خاصان خدا کی حالت کو چھوڑ دیجئے ان کی بعض مخصوص حالتوں کا اتباع ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ بچنے کی چیز سے بچنا چاہئے۔ جو چیز بچنے کی ہے جہاں ایمان کے لالے پڑتے ہوں' بچنا چاہئے اور اپنے نفس پر کبھی بھروسہ نہ کرے ابا جی پڑھتے تھے۔ ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

خواہ مخواہ دل میں خیال آتا ہے کہ گلے لگالوں' سینے سے چمٹا لوں' یہ روگ ہے روگ' بیماری ہے اور بہت بری بیماری ہے صاحبو! کھلی ہوئی بات ہے کہ اپنے سیانے بچے اور دوسرے کے سیانے بچے میں بڑا فرق ہوتا ہے اپنے لڑکے کو گلے لگانا اور چمٹانا اور طرح سے ہے اور دوسرے کے لڑکوں کو گلے لگانے کی کیفیت اور چمٹانے کی کیفیت وہ خواہشات سے ہوتی ہے۔ الہٰی توبہ! اکابر نے اس کی بہت برائیاں لکھی ہیں۔

حضرت تھانوی کا تقویٰ

میں ابا جی سے سنا ہوا ایک واقعہ سنایا کرتا ہوں کہ حضرت تھانوی

رحمتہ اللہ علیہ کا وہ کمرہ جہاں پر حضرت نے تفسیر بیان القرآن تصنیف فرمائی
ہے۔ پڑوس کے محلے کا ایک بچہ کھیلتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ حضرت نیچے اتر آئے
اور کہا۔ مولوی شبیر علی ہیں کیا؟ ناظم خانقاہ حضرت کے بھتیجے تھے لخت جگر،
حضرت کو بہت محبت تھی، بہت اونچے آدمی تھے، ان کا آخری دور کراچی
میں ہمیں نصیب ہوا۔ شکل و صورت میں بھی حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ
سے کافی ملتے جلتے تھے۔ خلفائے حکیم الامت سب ان کا احترام کرتے تھے
ان کے سامنے بولتے نہیں تھے۔ (عرض کیا) جی! بڑے ابا ارے بھائی! یہ
بھی دیکھ لیا کرو بڑے ابا۔ پر کیا بیت رہی ہے، دیکھو اوپر کون ہے کمرے
میں؟ زینے سے چڑھ کر حضرت مولانا شبیر علی صاحب اوپر تشریف لے
گئے، بچہ تھا کھیل رہا تھا، نیچے لے آئے، اور کہا! بڑے ابا یہ محلہ کا ہی
بچہ ہے۔ فرمایا! الحمدللہ! ساری عمر میں ایک واقعہ بھی بد نظری کا پیش نہیں
آیا۔ لیکن شبیر علی نفس پر کوئی اعتماد نہیں کوئی بھروسہ نہیں آج بیٹھ کر یہی
طے کرلو، زینے کی کنڈی لگانی ہے، کواڑ بند کرنے ہیں۔ اب مشورے
میں یہ بات آئی کہ کنڈی اندر سے لگانی چاہئے یا باہر سے۔ دروازہ نیچے صحن
خانقاہ میں تھا اوپر نہیں تھا مولانا شبیر علی نے کہا بڑے ابا! کنڈی ہم نیچے سے
لگا لیں گے جب آپ فرمائیں گے ہم کھول دیں گے حضرت نے فرمایا۔
نہیں، یہ بات غلط ہے۔ پیشاب کا تقاضا بعض دفعہ بہت زیادہ ہوتا ہے پھر
یہ خیال رہے گا کہ کنڈی باہر سے لگی ہوئی ہے، مناسب نہیں۔ اور

پیشاب کی رکاوٹ ہو نہیں سکے گی۔ (عرض کیا) تو پھر بڑے ابا جب آپ کنڈی اندر سے لگائیں گے' ہمیں آنا ہوگا تو کھولنے کے لئے آپ کو نیچے آنا پڑے گا۔ فرمایا : یہ گوارا ہے چاہے دس دفعہ آنا ہو بس کھٹکھٹانا' میں اوپر سے آکر کھول دوں گا۔ یہ گوارا ہے لیکن میں اندر سے کنڈی لگاؤں گا جب تک حضرت تفسیر کے اس کام سے فارغ نہیں ہوئے کافی عرصہ اس میں لگا۔ یہی معمول رہا کہ بڑے ابا کنڈی اندر سے لگاتے تھے اور باہر والے جب دستک دیتے تھے کھول دیتے تھے بلا کسی کدورت کے۔ دیکھئے! ہمارے کتنے بڑے اکابر کا یہ واقعہ ہے اور کیسی احتیاط برتی۔

حضرت مسیح الامت کی نصیحت

ہمارے حضرت کئی حضرات مہتمم صاحبان سے جو ابا جی سے وابستہ تھے' فرمایا کرتے تھے کہ دارالاہتمام میں کنڈی لگا کر مت بیٹھنا۔ جب طلبہ درخواستیں لے کر آئیں اپنی ضرورت سے آئیں تو دروازہ بھرا ہوا بھی ہو تو کھول دینا۔ کئی حضرات کو تحریر سے بھی یہ بات پہنچائی کہ دارالاہتمام کا دروازہ نہ لگایا جائے طلبہ کی موجودگی میں۔**اتقوا مواضع التهم** ڈرو : بچو! تہمت کی جگہوں سے۔ ایسا انداز کیوں اختیار کرو کہ کوئی بودا آدمی بدگمانی میں مبتلا ہو۔ جب کہ الحمد اللہ عمل بھی صحیح ہو۔ ایسا انداز ہو کہ نہ لیتا بھولے نہ دیتا بھولے بالکل کھرا صاف صاف۔

ابو قاسم قشیری ایک بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں جو شخص دین دار ہونا چاہے اس کے لئے عورتوں اور لڑکوں کے ساتھ ملا جلا رہنا نہایت نقصان کی چیز ہے۔ آپ "شریعت و تصوف" کو دیکھ لیجئے ابا جی نے جو موانع لکھے ہیں ان میں سب سے مہلک جو رکاوٹ لکھی ہے وہ امارد کے ساتھ اختلاط ہے۔ اور فرمایا کہ اس کے حق میں ڈاکو ہے اس کو اس کے مطلب تک ہر گز پہنچنے نہ دے گا یہ اختلاط اور یہ ملنا جلنا ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنے دربار سے نکالنا چاہتے ہیں اس کو امارد کی خواہش دے دیتے ہیں وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے یہ اس کی علامت ہوتی ہے کہ بس یہ نکلا ہوا ہے۔ دربار کے باہر ہے دربار کے اندر نہیں ہے' غرض بڑے نقصان کی چیز ہے۔

بد نظری کا نقصان

بد نظری میں ایک اور بھی بڑی بھاری خرابی ہے جو اور کسی گناہ میں نہیں ہے اور گناہ تو ایسے ہیں کہ ان کو خوب دل بھر کر کرلے تو دل ہٹ جاتا ہے مگر یہ ایسی بری چیز ہے کہ جتنی بد نظری کرتا ہے اتنا ہی اور زیادہ خواہش بڑھتی ہے دیکھو! آدمی کھانا کھاتا ہے پیٹ بھر جاتا ہے پانی پیتا ہے پیاس بجھ جاتی ہے مگر بد نظری ایسی بری بلا ہے کہ اس سے دل نہیں بھرتا۔ اس برائی میں تو سب گناہوں سے بڑھ کر برائی ہے غور فرمائیے! الہامی الفاظ ہیں

ہمارے اکابر کے اس برائی میں توسب گناہوں سے بڑھ کر برائی ہے۔

غلطی کا ازالہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے اللہ کی نزدیکی بڑھتی ہے۔ توبہ! توبہ! لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بعض تو کہتے ہیں کہ ہم خوبصورتوں کو اس وجہ سے دیکھتے ہیں کہ ہمیں ان میں خدا کی قدرت نظر آتی ہے' بڑا شیطانی دھوکہ ہے۔

شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک قصہ لکھا ہے ایک شخص بڑے پرہیز گار کہلاتے تھے۔ ایک مرتبہ اس نے ایک خوبصورت کو دیکھا اور دیکھ کر حال آگیا اور لوٹنے لگے آخر بے ہوش ہوگئے۔ اتنے میں بقراط کا ادھر سے گزر ہوا انہوں نے معلوم کیا کہ کیا بات ہے؟ یہ بے ہوش کیسے ہوئے' لوگوں نے کہا کہ ایک خوبصورت پر ان بزرگ کی نظر پڑ گئی تھی اور اس میں ان کو خدا کی قدرت نظر آگئی تھی بس بے ہوش ہو گئے۔ بقراط نے بڑا عجیب جواب دیا فرمایا : ایک دن کے بچے کو دیکھ کر خدا کی قدرت نظر نہیں آئی اس کو دیکھ کر حال طاری نہیں ہوا۔ خدا کی قدرت نظر آئی ہے تو خوبصورت لڑکے میں جو قریب البلوغ ہے بے ریش ہے اس میں نظر آئی۔ خدا کی قدرت اور خدا کا جلوہ دیکھنا تھا تو ایک دن کے بچے میں بھی نظر آنا چاہیے تھا۔ وہاں پر بھی حال طاری ہوتا۔ وہاں پر حال طاری نہیں ہوا

یہاں پر ہوا۔ نری نفسانیت ہے توبہ! توبہ!

اگر کوئی کہے کہ مجھے تو خوبصورت آدمی اور اونٹ دونوں برابر معلوم ہوتے ہیں۔ جس طرح خوبصورت آدمی کے دیکھنے سے ہماری حالت ہوتی ہے ویسی ہی اونٹ کے دیکھنے سے فرمایا : اس شخص کی بات بالکل جھوٹ ہے پہچان لیتے ہیں اللہ والے۔

اہل اللہ کی فراست

ابا جی فرماتے ہیں کہ خانقاہ شریف میں ظہر کے بعد کی مجلس تھی۔ ایک خاں صاحب جلال آباد کے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دو بار ان کی طرف دیکھا بعد میں فرمایا : ٹیک کیوں لگا رکھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ کمر میں درد ہے۔ چند لمحات سکوت کے بعد فرمایا جھوٹ بولتے ہو۔ مجلس برخاست ہوگئی عصر کی اذان ہوگئی نماز پڑھ کر سب چل دیئے۔ تھانہ بھون سے جلال آباد پیدل جا رہے تھے۔ ایک اور خاں صاحب ساتھ تھے' اس نے کہا کہ خاں صاحب! اس وقت ہم دونوں ہی ہیں تیسرا کوئی نہیں ایمانداری سے بتلاؤ کہ یہ جو بڑے ابا نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو کمر میں درد نہیں ہے کیا بات تھی۔ تم نے بہانہ کیا تھا یا بڑے ابا نے سچ فرمایا۔ تو اس خاں صاحب نے کہا کہ بڑے ابا نے سچ کہا ہے اور میں جھوٹ بول رہا تھا۔ سبحان اللہ! حضرت تھانوی کیسے وثوق سے

کہہ رہے ہیں یہ کہنا کہ اونٹ اور خوبصورت امرد مجھے دونوں برابر معلوم ہوتے ہیں فرمایا : یہ کہنا جھوٹ ہے صاف فرماتے ہیں کہ آدمی اپنی طبیعت کا خود اندازہ کرسکتا ہے دونوں میں فرق دیکھ لے اس خواہش کو لوگ عشق کہتے ہیں توبہ! توبہ! یہ عشق ہے؟ سچی شدت محبت کا نام عشق ہوتا ہے یہ تو فسق ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے۔ سارا فساد گیہوں کی روٹیوں کا ہے چار دن روٹی نہ ملے تو دماغ ٹھکانے آجائے۔ چار دن فاقہ ہوجائے تو پھر پوچھا جائے ہاں بھئی! کھانا لاؤں یا کوئی امرد لاؤں؟ یہ کہے گا کہ امرد جائے ایسی تیسی میں پہلے کھانا لاؤ۔

ایک طالب علم کا تقویٰ

عورتوں کو بد نظری کا مرض ہے لیکن ڈھکا ہوا چھپا ہوا ہے۔ حضرت نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دور کی حکایت ذکر فرمائی۔ بات اس پر چلی کہ عورتوں میں بھی بد نظری کا مرض خوب ہے۔ دور امن کا تھا محلّہ پڑوس کے آدمی سے کنویں سے پانی منگوالیا۔ محلے کی عورت کہہ دیتی تھی کہ بازار جارہے ہو تو فلاں سودا لیتے آنا یہ ایک عام ماحول تھا۔ شاہ صاحب کے یہاں کا ایک خوبرو طالب علم گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک عورت نظربد اس پر ڈال رہی تھی۔ اور اس کو بلایا وہ یہ سمجھا جیسے محلے پڑوس میں کام کاج کے لئے بلایا کرتے ہیں وہ چلا گیا (عورت نے کہا) کوئی چیز وزنی ہے

اٹھا کر چھت پر رکھوانی ہے اور ایسا ہوتا ہی تھا۔ عورت بیچاری کمزور ہوتی ہے۔ محلے پڑوس سے کوئی گزر رہا ہے کہہ دیا کہ فلانی چیز ہماری چھت پر پہنچا دو۔ لوگ کام کردیتے تھے اور وقت بھی عام امن کا تھا شرارتیں مغلوب تھیں غالب نہ تھیں اچھا دور تھا وہ نوجوان طالب علم عورت کے کہنے پر گھر میں داخل ہوگیا۔ اسنے مکان کا دروزاہ بند کرلیا۔ اور اپنی ناجائز خواہش کا اظہار کیا۔ یہاں پر اہل اللہ کی صحبت کی برکت دیکھئے! شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا شاگرد تھا ان کی صحبت پاک میں رہتا تھا۔ اس کے قلب پر الہام ہوا کہ تم فورا بیت الخلاء جاؤ۔ اور اس نے کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ بیت الخلاء کہاں ہے؟ مجھ کو کچھ تکلیف ہے میں فارغ ہوجاؤں تو تمہاری بات سنتا ہوں اندر گیا اور اس زمانے میں بیت الخلا کے قدمچے کھلے ہوئے ہوتے تھے۔ فضلہ نجاست اس میں جمع رہتی تھی۔ اللہ نے اس کے دل میں ایک عجیب بات ڈال دی کہ تو اپنے ایمان کو بچانے کے لئے تقویٰ کی سلامتی اور حفاظت کے لئے جتنی نجاست بیت الخلاء میں ہے سر سے پیر تک مل لے۔ یہ حضرت شاہ صاحب کی صحبت کا فیض تھا اس نے ایسا ہی کیا اب جو باہر نکل کے آیا تو عورت گھبرا گئی کہ یہ پاگل ہے دیکھئے! نجاست کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ حفاظت کرا رہے ہیں۔ اس کو گھن آگئی (اور کہنے لگی) نکل یہاں سے دفع ہو۔ دروازہ کھولا اور دھکا دے کر باہر نکال دیا۔ ایمان محفوظ رہا تقویٰ محفوظ رہا۔ بعض اللہ کے مقبولوں نے تقویٰ کو سالم رکھنے کے لئے جانوں کے

نذرانے پیش کئے۔ نفس تقویٰ پر قناعت نہیں کی اور علی الاطلاق تقویٰ پر قناعت نہیں کی۔ اور قناعت کرنی بھی نہیں چاہئے۔ دونوں کے اندر احسانی کیفیات کے ساتھ درجہ کمال حاصل کرنا چاہئے۔ (یہ طالب علم) جمنا پر گیا اور نہا کر درس حدیث میں شریک ہوگیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بھئی! بڑی عجیب خوشبو لگا رکھی ہے ایسی خوشبو تو ہم نے سونگھی ہی نہیں کس نے لگا رکھی ہے؟ وہ شرمسار تھے کہ شاید نہانے میں کمی رہ گئی ہے میں نے جو بدن سے گوہ ملا تھا اس کا تعفن کچھ باقی رہ گیا۔ چپکے سے پیچھے سے کھسک کر نہا کر آئے۔ حضرت نے فرمایا خوشبو بڑھی ہوئی ہے بتلایا تو جائے کون سا عطر لگا رکھا ہے شرمانے کی بات نہیں۔ پھر چلا گیا پھر نہا کر آگیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا حجاب نہیں کوئی غلط نہ سمجھے میں حقیقی طور پر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ خوشبو کون سی ہے؟" پھر وہ تنہائی میں حضرت کے پاس حاضر ہوا اور رو کے کہنے لگا : حضرت ایمان کے لالے پڑ گئے تھے آپ کا فیض صحبت کام آیا۔ اللہ نے میرے دل میں بات ڈالی کہ نجاست لگا لے حفاظت ہو جائے گی دیکھا اپنا ایمان اور اپنا تقویٰ سالم رکھنے کے لئے نجاست ملی۔ اللہ نے نجاست کے ذریعے اس کے ایمان اور تقویٰ کی حفاظت فرمائی۔

ارشاد مسیح الامت

ہمارے حضرت نے ایک بات فرمائی کہ معاصی سے بچنے کے لئے اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے گناہوں سے بچنے کے لئے کمربستہ ہوجاؤ چاہے کتنی ہی تکلیف اٹھاؤ کہ میں اللہ کی نافرمانی کے قریب نہیں جاؤں گا اور فرمایا کہ بڑی سے بڑی تکلیف کا قصد کرلے مگر اسے تکلیف پہنچے گی نہیں۔ ان کی معیت ان کی امداد شامل حال ہوگی۔ اس راہ کے اندر تو تنہا نہیں ہوگا ان کی معیت بھی ہوگی۔ ان کا پیار بھی تیرے ساتھ ہوگا۔ تو عزیزان من! اللہ والوں نے اپنے تقویٰ کی حفاظت کے لئے ایسے ایسے جتن کئے ہیں۔ واللہ! میرے حضرت نے ایک عجیب بات فرمائی کہ جس وقت نفس میں معاصی کے تقاضے پیدا ہوں۔ عین وہ وقت ہے کہ رحمت بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نیکیوں میں لگا ہوا ہے رحمت تو اس وقت بھی متوجہ ہے لیکن جب گناہوں کے تقاضے اندر سے ابھرنے لگیں اور ابلنے لگیں۔ اس وقت رحمت اپنی خاص موج میں اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے بھانپ لے اور جان لے کہ رحمتہ الٰہی میری طرف متوجہ ہے۔ بس رحمت کے لوٹنے کا یہی وقت ہے کہ نفس کے تقاضوں کو لات ماردی جائے' نفس کی مخالفت کرے عین اس وقت مخالفت کرنا فرض ہے اور اس پر جہاد کا ثواب ملے گا اور شہادت کا ثواب ملے گا اور اللہ کی طرف متوجہ ہوجائے' اور معاصی سے اپنے آپ کو بچالے' رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور یہ مورد رحمت بن جاتا ہے جس پر رحمت وارد ہوتی ہے

اس کو مورد بولتے ہیں۔ اور وہ مورد رحمت بنانا چاہتے ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ اس سے بھاگتے ہیں یاد رکھئے! یہ اگر معصیت کو کر بیٹھا الٰہی توبہ! الٰہی توبہ! اس کے اندر وقتی اور بہت تھوڑے وقت کی ایک لذت سی ہے اور وہ لذت ایسی ہے جہنم کا دروازہ کھول دیتی ہے الٰہی توبہ الٰہی توبہ! اور اگر نفس کی مخالفت کر بیٹھا اور اس معصیت سے اور وقتی لذت سے اپنے آپ کو بچا لیا تو جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور ایسی ایسی نیکیوں کی توفیق ہوتی ہے اور ایسی ایسی مٹھاس اور حلاوت نصیب ہوتی ہے کہ کیا کہنے۔ اس وقت کام بن جاتا ہے۔ تھوڑی سی ہمت کرے بس' اور ہمت پر مدد کا وعدہ ہے ان شاء اللہ ہمت کرے کوئی ایسی بات نہیں نفس کوئی ایسی چیز نہیں کہ ہاتھ پکڑ کر معصیت کروا دے۔ اتنا اختیار اس میں نہیں ہے عادت ہو اور اس کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائے کام بن جائے گا۔ اس کو ترچھی نگاہ دکھائیں کام بن جائے گا۔

اشکال کا حل

یہاں پر ایک اشکال حضرت نے حل فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ملا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے عشق مجازی کا حکم فرمایا ہے' چاہے اللہ کا عشق ہو چاہے مخلوق کا' اور قصہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے پاس ایک آدمی مرید ہونے گیا تو ان بزرگ نے فرمایا کہ اول عاشق ہو کر آؤ جب کہیں بیعت

کروں گا اس سے بعض بیوقوفوں نے سمجھ لیا کہ جب تک کوئی ناجائز معاشقہ نہ ہو اس وقت تک اللہ کا عشق حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ بڑی غلطی اور حماقت کی بات ہے۔ ایسی بات نہیں ہے بعض اکابر نے جو شخص اشتات میں متفرقات میں مشغول ہوتا تھا' انتشار اس کے ذہن میں ہوتا تھا' اس کو یکسو کرنے کے لئے بھینسیں پلوائی ہیں بکریاں پلوائی ہیں اور چروائی ہیں۔ اپنا تصور ایسے موقع پر ایسے زمانے میں کرایا ہے تاکہ یہ اشتات اور متفرقات سے نکل جائے اور انتشار سے بچ جائے.اور یکسو ہو جائے جب یہ یکسو ہو جائے گا تو اس کا پلٹنا ذات باری تعالیٰ کی محبت میں آسان ہو جائے گا۔ بس اتنی سی بات ہے لیکن ایسا حکم اور ایسی تدبیر اکابر امت نے اختیار نہیں کی جو معصیت کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہو۔ توبہ! توبہ!

تصور شیخ کا درجہ

تصور شیخ کا درجہ ایسا ہے جیسے اوجھڑی کہ حلال تو ہے لیکن نظیف آدمی نہیں کھاتا لیکن علاج کے درجہ میں بعض اکابر نے تصور شیخ کی اجازت دی اشتات اور انتشار سے بچانے کے لئے تاکہ یہ یکسو ہو جائے۔ یہ یکسو ہو جائے گا تو بس ایک ہی دفعہ میں اس کی توجہ اللہ کی طرف پلٹ دیں گے۔ اور درجہ بیان کردیا میرے حضرت نے فرمایا کہ تصور شیخ جو بالاختیار کیا جائے کا درجہ ایسا ہے جیسا اوجھڑی۔ اور اوجھڑی حلال ہے مگر جس کی

طبیعت میں نظافت ہے اور صفائی زیادہ ہے اس کی طبیعت قبول نہیں کرتی۔
اس لئے اگر غیر اختیاری طور پر اپنے شیخ کا خیال آجائے تو اسے طول نہ
دے اور اپنے اختیار سے کبھی اس تصور کو نہ اپنائے' معالجے کے طور پر
علاج کے طور پر انتشار اور متفرقات سے بچانے کے لئے' خود شیخ تصور شیخ
تجویز کرے تو اختیار کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اور ناجائز نہیں' جائز ہے'
اوجھڑی کی مثال دی گئی ہے۔ اور وہ بھی اس لئے کہ اس کے خیالات میں
بہت انتشار ہے' اسے یکسو کردیا جائے' ایک جانب کردیا جائے۔ جب
ایک جانب ہو جائے گا تو اس کو اللہ کی طرف پلٹ دیا جائے۔ اباجی سے
کسی نے پوچھا کہ نماز میں آپ کا خیال آجاتا ہے فرمایا : ازخود لاتے ہو
یا آجاتا ہے؟ کہا کہ ازخود آتا ہے فرمایا طول مت دینا ازخود آنا اچھی بات
ہے' بری بات نہیں ہے' لیکن اپنی طرف سے بڑھایا نہ جائے بہرحال
کہنہ مشق مشائخ' ماہر فن جب ایسی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو کرتے
ہیں۔ عام طور پر ایسا کیا نہیں جاتا ہمارے حضرات کی اس میں کیا رائے
ہے' انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ (اس لئے کہ) اللہ تک پہنچنے کا ایک راستہ
ہے زہد کے ذریعے' اور ایک راستہ ہے عشق کے ذریعے' طریق زہد میں
دیر لگتی ہے اب اتنی عمریں ہیں' نہ ایسے حالات ہیں' تو ہمارے حضرات
نے طریق عشق کو اختیار کیا کہ اشتات اور انتشار سے بچا کر اس کو یکسو
کرکے ایک راستے پر ڈال کے فوراً ذات باری تعالیٰ کی طرف پلٹ دیا

جائے آن کی آن میں یہ صاحب نسبت ہو جائے۔ اس لئے طریق زہد کو چھوڑ کر طریق عشق کو اختیار کیا۔ طریق زہد ذرا طویل ہے اور طریق عشق وہ شاٹ کٹ ہے اس لئے اس کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ صحیح تقویٰ اور صحیح تواضع نصیب فرمائیں' ایمان میں بھی درجہ کمال عطا فرمائے' تقویٰ میں درجہ کمال عطا فرمائے۔ قناعت نہیں کرنی چاہئے' قناعت کرنا تو روزی روزگار پر کرلینا مگر اس معاملہ میں تعلق مع اللہ میں قناعت نہ کرنا۔ اس میں درجہ کمال چاہئے ترقی ہی ترقی چاہئے۔ ہر آن ترقی کرتا رہے' اور کسی ترقی پر قانع نہ ہو۔ شکر کے ساتھ ترقی کرتا رہے مشورہ کے ساتھ چلتا رہے انتشار سے متفرقات سے اور اشتات سے اپنے آپ کو بچائے یکسو ہو کر ذات باری تعالیٰ کے تعلق کے اندر مستغرق ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی غیرت

حدیث شریف میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
میرے اندر غیرت بہت ہے اللہ تعالیٰ کو مجھ سے بھی زیادہ غیرت ہے۔ اور غیرت ہی کی وجہ سے اللہ نے سب کاموں کو حرام کیا۔ غور فرمایئے۔ آنکھ سے دیکھنا۔ ہاتھ سے چھونا' پاؤں سے چلنا' یہ سب کے سب برے کام ہیں جب کہ شہوت کے ساتھ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی نسبت فرمایا کہ زنا ہیں' یعنی بدکاری کرنا۔ آنکھیں زنا کرتی ہیں

اور ان کا زنا شہوت سے دیکھنا ہے' کان زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا شہوت سے سننا ہے' زبان بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا شہوت سے بولنا ہے' یعنی کسی عورت یا امرد سے شہوت سے باتیں کرنا۔ ہاتھ لگانا چھونا یہ سب برے افعال ہیں۔ دیکھئے اگر یہ سب برے کام نہ ہوتے' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیوں زنا کہتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب برے کام ہیں اور برے کاموں پر اللہ کو غیرت آتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب ایسے برے کام ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ کو بھی ناراضگی ہوتی ہے۔

پیر سے پردہ ضروری ہے

اور بڑے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض پیر بھی اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور عورتوں سے بالکل پردہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ پیر باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ بلکہ باپ سے بھی بڑھ کر ہے' تو اس سے کیا پردہ کریں۔ یہ بات غلط ہے اور غیر شرعی ہے' بلا روک ٹوک ایسے سامنے آنا ور مرد ایسے پیروں کے سامنے اپنے گھر کی عورتوں کو کردیتے ہیں' یہ گناہ کبیرہ ہے۔ بعض جگہ تو ایسا سنا گیا کہ عورتیں تنہا مکان میں جاتی ہیں جہاں پیر ہوتے ہیں۔ خدا کی پناہ بھلا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون بزرگ ہوگا۔ دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتیں پردہ کرتی تھیں۔ امت کی ساری عورتیں آپ کی روحانی بیٹیاں ہیں آپ بالکل معصوم ہیں۔ آپ کی

نسبت کسی قسم کے گناہ کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی عورتوں کو حکم تھا کہ پردہ میں رہیں۔ اور آپ کی بیویاں تمام امت کے مردوں اور عورتوں کی مائیں ہیں' چنانچہ قرآن مجید نے اس کو بیان کردیا ہے اور کسی شخص کو آپ کی بیویوں کی نسبت کوئی برائی کا خیال بھی نہیں ہو سکتا۔ سب باتوں کے ہوتے ہوئے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اپنے گھروں میں جمی رہو باہر نہ نکلو۔ اور ان کو یہ بھی حکم دیا کہ کسی سے نرم بات مت کرو۔ کیونکہ جس کے دل میں روگ ہے وہ نرم بات سے طمع کرے گا۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مردوں کو تو نرم برتاؤ کرنا اچھا ہے اور عورتوں کو خشک برتاؤ کرنا اچھا ہے۔ عورتیں غیر مردوں کے ساتھ میٹھی اور نرم باتیں نہ کیا کریں۔ اور نہ ہی ایسی سختی سے کریں بس اس طرح بات کرلے کہ بوقت ضرورت دوسرا سن تولے بات تو کرسکیں مگر دوسرے کے دل میں روگ پیدا نہ ہو۔ نہایت خشکی سے بات کریں۔ اپنے محرم سے' شوہر سے اور دوسری عورتوں سے بہت نرمی کے ساتھ بات کرے۔ دیکھ لیجئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کو یہ حکم کیئے گئے۔ آج کون شخص ہے نعوذ باللہ اپنے کو ان سے بڑھ کر کہہ سکے۔ بلکہ آج کل تو فتنے کا زمانہ ہے اس لئے اس زمانے میں تو بہت اہتمام سے پردہ ہونا چاہئے۔

بوڑھے سے پردہ ضروری ہے

ایک بزرگ تھے وہ پردہ نہیں کراتے تھے اور عورتوں کو اپنے سامنے آنے سے نہیں روکتے تھے۔ مکمل بے پردگی تھی اور اس کی دلیل یہ دیتے تھے کہ میں بہت بوڑھا ہوچکا ہوں اب میرے سامنے بے پردہ ہونے میں کیا خرابی ہے۔ ایک اور بزرگ تھے انہوں نے نصیحت کی کہ میاں! غیر عورتوں کو اپنے سامنے مت آنے دو۔ اور اگر کوئی ضروری بات ہو تو پردے میں کرنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے نصیحت کا کچھ خیال نہ کیا اور بے پردگی کا سلسلہ رکھا آخر انہوں نے خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلے کو معلوم کیا کہ میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں اب میرے سامنے عورتوں کے بے پردہ آنے میں کسی بات کا خوف ہے ہی نہیں۔ تو اب کیا پردہ کرانا ضروری ہے؟ یا اسی حالت میں سب کو سامنے آنے دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مرد اتنا بزرگ ہوجائے کہ جنید بغدادی کے مرتبہ کو پہنچ جائے اور عورت اتنی بزرگ ہوجائے کہ رابعہ بصریہ کے مرتبہ کو پہنچ جائے اور یہ دونوں تنہا مکان میں ہوں تو شیطان ان کے پاس موجود ہوگا پھر تمہیں کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ سب عورتیں بے پردہ تمہارے سامنے آیا کریں۔ آدمی کتنا ہی بوڑھا ہوجائے لیکن کچھ نہ کچھ خرابی اس میں باقی رہتی ہے۔ فرشتہ

نہیں ہو جاتا ہاں! یہ اور بات ہے کہ کچھ کر نہ سکے۔ لیکن بد نظری کے لئے تو کسی قوت کی بھی ضرورت نہیں۔ بوڑھا ہی سہی مگر بد نظری سے نہ بچ سکے گا۔ مرد کی پیدائش میں ایسی باتوں کی خواہش رکھی ہوئی ہے۔

حضرت تھانوی کی پرہیزگاری

باغ پت کے نواب! نواب جمشید علی خان مرحوم اور ان کا سارا گھرانہ سلسلہ امدادیہ سے وابستہ رہا ہے۔ ان کی رشتہ داریوں کا سلسلہ ہمارے ہاں علی گڑھ تک پھیلا ہوا تھا اور اب بھی ہے۔ حضرت نواب قیصر صاحب مدظلہ کی والدہ صاحبہؒ جن کو حضرت تھانویؒ نے رابعہ وقت فرمایا ان کا مقام دیکھ لیجئے کہ اباجی جب کبھی جلال آباد سے تشریف لاتے تھے اگر کراچی جانا ہوتا تھا تو اہتمام سے فرمایا کرتے تھے کہ میں نواب قیصر صاحب کی والدہ صاحبہؒ سے دعا کرانے جاؤں گا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمتہ اللہ اور دیگر اکابر کا بھی یہی معمول تھا۔ سو سال کے قریب ان کی عمر تھی۔ حضرت پردے کے پاس بیٹھ کر سلام کرتے اور دعا کے لئے عرض کرتے تھے۔ بہت اونچی نسبت تھی ان کی ایسی خاتون اور پھر اتنی عمر۔

ایک مرتبہ انہوں نے درخواست کی کہ میں حضرت کے ہاتھ کو بوسہ

دینا چاہتی ہوں۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے کمبل منگایا اور اپنے ہاتھ پر لپیٹا۔ کتنا موٹا ہوگا ہاتھ۔ اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ اسے پکڑ کر پردہ میں اندر کردو۔ اور قیصر کی والدہ سے کہہ دو کہ اب اس کے اوپر سے دست بوسی کرلیں۔ اندازہ فرمایئے! کیا عمر ہے اس وقت حضرت کی؟ اسی سال سے زیادہ اور کوئی پون صدی کے قریب عمر خود ان کی ہے۔ بہت ضعیفی' اور عورت تو مرد کی نسبت اور زیادہ ضعیف ہوتی ہے۔ اور پھر حضرت کے ضعف کا زمانہ ہے' فتنے کا کوئی احتمال نہیں' مسئلہ مسئلہ ہے۔ میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ لاکھ مصلحتیں فوت ہوجائیں مسئلے کے اندر فرق نہیں آنا چاہئے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ بڑے دور کی بات لاتے تھے' عورتوں کے مجموں میں کبھی ایسے پرچے آجایا کرتے تھے۔ کہ ہم ضعیفہ ہیں اور ضعیفوں سے پردہ کی کیا ضرورت ہے؟ وغیرہ وغیرہ' ایسے جواز کی سی بات حضرت کی زبان سے نکلوانا چاہتی تھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ گنج مراد آباد میں ایک بزرگ تھے شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ' اور میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں' اس وقت ان کی عمر ایک سو دس سال کی تھی۔ جاڑے کا موسم تھا تہجد کے وقت خادم کو آواز دی ارے فلانے! (کہا) جی حضرت! مجھ کو کچھ شبہ ہوگیا ہے' جی چاہتا ہے غسل کرلوں' طبیعت صاف ہوجائے گی۔ اب یہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سنا رہے ہیں خادم نے پانی رکھ دیا۔ ایک سو دس سال عمر اتنے جاڑے میں غسل

فرمایا۔ اب حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر بڑھاپے میں کچھ بھی خواہش نہ رہا کرتی پھر یہ شبہ کیوں ہوتا کہ کہیں نہانے کی حاجت نہ ہوگئی ہو۔

ایک مرتبہ کانپور میں ہمارے گھر میں عورتیں آئیں ان میں یہ آپس میں ذکر ہونے لگا کہ مولانا فضل الرحمن صاحب سے پردہ نہیں کرنا چاہئے' اب ان میں کیا رکھا ہے جو ان سے پردہ کیا جائے خواہ مخواہ کی بات ہے' ہمارا دادا نانا سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت نے اپنے گھر میں یہ بات سن لی کہ عورتوں میں یہ تبادلہ خیال ہو رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا ایک قصہ تم مجھ سے بھی سن لو ان کا۔ اور یہ واقعہ غسل کا حضرت نے بیان فرمایا۔ اور کہا کہ ایمانداری سے بتلاؤ کہ جس آدمی کو اس عمر میں بھی غسل کی حاجت ہو اس سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں! سناٹے میں آگئیں اور کوئی جواب نہ دے سکیں۔ تو فرمایا کہ جب ایک سو دس برس کی عمر میں یہ قصہ ہو سکتا ہے۔ تو پچاس برس' ساٹھ برس کی عمر ہی کیا ہے۔ یہ تو کوئی پرانی بات نہیں ہے ہمارے سامنے کی بات ہے ہمارے بچپن میں برطانیہ کے زمانے میں کہتے تھے کہ ساٹھا پھاٹا ہوتا ہے ساٹھ سال کا پٹھہ ہوتا ہے۔

ایک حکایت

اور ایک حکایت میں سنا دوں۔ مولانا سید عبدالمعبود صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب کے خدام میں سے ہیں' خلیفہ نہیں ہیں حضرت کے خلفاء دو قسم کے تھے ایک تو یہ اکابر مشائخ دیوبند سب کے سب باضابطہ' با رابطہ (دوسرے) کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ حضرت! ہم دیہاتی لوگ ہیں ہمارے ہاں رسومات بہت ہیں اگر اجازت ہو تو میں توبہ کرا دیا کروں' اللہ کا نام بتا دیا کروں؟ چونکہ آخری دور میں حضرت مجسم رحمت تھے' کمال شفقت تھے' اس لئے فرما دیا کرتے تھے ہاں بھئی! اجازت ہے اللہ کا نام بتانے کی اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ فقیر کی طرف سے اجازت ہے' توبہ کرا دیا کرو اللہ کا نام بتا دیا کرو' تو ایسے خلفاءً کی ایک جماعت کثیر پیدا ہو گئی بہت لمبی چوڑی جماعت۔ بعد میں ان سب نے کہا کہ ہم حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ ہیں۔ ہمارے حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ مولانا عبدالمعبود صاحب انہیں مجازین میں سے ہیں۔ خیر! بندے کی ان سے حرمین میں تین ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ ایک سال پورا وقوف عرفہ ان کی معیت میں نصیب ہوا ہے بڑے بابرکت آدمی تھے۔ سادات میں سے تھے پھر ہمارے پردادا پیر کی نشانی تھے۔ میں نے ان سے کہا! حضرت آپ کی صحت کا کیا حال ہے؟ اس وقت ان کی عمر ایک سو پچپن برس تھی۔ وہ حکایت تو آپ نے حضرت تھانوی' میرے دادا پیر کی سنی' ایک سو دس سال کی۔ اب

ان کے پوتے کی حکایت سنیئے ایک سو پچپن سال کی۔ فرمایا کیا پوچھتے ہو میرے سب سے چھوٹے بچے کی عمر ڈیڑھ سال ہے۔ بیویاں فوت ہوتی گئیں یکے بعد دیگرے میں نے کئی نکاح کئے ہیں۔ مکئی کی فصل کاٹ کر آیا ہوں جو بڑے بیٹے ہیں کئی بالکل معذور' محتاج ہو چکے ہیں' ان کی تیمارداری میں خود کرتا ہوں۔ اٹھانا بٹھانا' نماز کا انتظام کرنا' یہاں تک کہ پوتوں کا بھی یہی حال ہے میری عمر ایک سو پچپن سال ہے۔

اب میری ان بچیوں سے اور بیٹیوں سے پوچھو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ ایک حکایت تم نے ایک سو دس سال کی سنی اور ایک حکایت ایک سو پچپن سال والے کی۔ اب کیا خیال ہے؟ عافیت اسی میں ہے کہ پردہ ہونا چاہئے۔ اور اس میں استثناء نہیں ہے۔ کوئی یوں کہے کہ کسی کے لئے استثناء ہو۔ نہیں وہ بات نہیں ایسی صورت کہیں نہیں ملتی ہے کہ کوئی اس سے مستثنیٰ ہو جائے مسئلہ مسئلہ ہے۔ اور اپنی جگہ بالکل اٹل ہے۔

خلیفہ نہیں صاحب نسبت ہونا ضروری ہے

بہت سے پیر جوان ہوتے ہیں اب تو خلافتوں کی بہتات ہے خود میں نے مشائخ حق کے خلفاء سترہ سترہ اور اٹھارہ اٹھارہ سال کے دیکھے ہیں۔ معاف کیجئے گا میرے خیال میں آغوش مادر ہی سے طریق میں لگے ہوں گے۔ ایک صاحب نے فرمایا ابھی اسی سفر میں یہاں حاضر ہونے سے پہلے کہ اجازت

نامے کہاں تک لکھے جاتے کمپیوٹر پر طبع کرائے گئے نام کی جگہ اور دستخط کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی۔ نام چڑھائے گئے' دستخط کرتے گئے اور تقسیم ہو گئے۔ اور اس کے راوی ایک عالم دین ہیں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے صحبت یافتہ بلکہ مجاز بیعت ہیں بڑی عمر کے ہیں۔ ایسے ہی بات نکل آئی تھی کہ خلافتیں بہت تقسیم ہو رہی ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں کہ خلافتیں تقسیم ہو رہی ہیں! کمپیوٹر پر چھپ رہی ہیں' جدید دور ہے۔ توبہ! توبہ بہت دکھ ہوا۔ میں نے خود بنگلہ دیش کے سفر کے اندر ڈھاکہ میں دیکھا کہ اٹھارہ اٹھار سال کے کئی لڑکے ہیں اور یہ ان کے خلیفہ ہیں۔ میں نے کہا بھائی کیا قصہ ہے کیا چیز ہے سمجھ میں نہیں آتی بات!

ایک صاحب اپنے بیٹے کو بلا کر مجھ سے کہنے لگے کہ اس کے لئے دعا فرمایئے کہ صاحب سلسلہ ہو جائے۔ مجھے اس بات سے بہت دکھ ہوا' بڑی غیر عرفانی بات ہے۔ میں نے کہا صاحب سلسلہ ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔ لوہے کی زنجیر جس کو عربی میں سلسلہ کہتے ہیں منگا کر اس سے لپیٹ دیجئے صاحب سلسلہ ہو گیا۔ میں نے کہا کہ میں نے آج تک اپنے بچے کے لئے یہ دعا نہیں کی' صاحب سلسلہ ہو جائے۔ یہ دعا کرتا ہوں اپنی جسمانی روحانی اولاد کے لئے کہ صاحب نسبت ہوں۔ ولی کامل ہوں سلسلہ ہو یا نہ ہو۔ آسان سی بات ہے' لوہے کی بیڑیاں پڑی ہوں' زنجیریں پڑی ہوں' صاحب سلسلہ ہو گیا' ان کی کیا بات ہے' خیر ان کی آنکھیں کھلیں' اور انہوں نے کہا کہ جو آپ

اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں وہی میرے بچوں کے لئے کردیجئے میں نے کہا! میں صاحب نسبت ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ یہ کیا مذاق ہے؟ یہ مذاق ہمارے اکابر کا نہیں ہے۔

میں آج ہی احباب سے بیان کررہا تھا کوئی خاص بات چل رہی تھی کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے بعض مجازین بیعت کو مجازین صحبت کردیا' کیا ضرورت ہے نام کرنے کی۔ اور مجازین صحبت میں سے صرف حضرت ڈاکٹر عبدالحئ صاحب کی شخصیت ہے جن کو مجاز بیعت کیا ہے۔ ہمارے ابا جی ہمیں سب بتاتے تھے اور ہمارے ابا جی کے ایک رشتہ دار حضرت مولانا حافظ محمد عمر صاحب ضلع میرٹھ میں کٹھور کے رہنے والے تھے اور حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو خلافت دے دی تھی اور حضرت کو ان سے بہت پیار تھا اور باہمی تعلق اتنا تھا کہ پیرانی صاحبہ حج پر گئیں تو حافظ ناظر حسن صاحب پانی پتی ان کے محرم شرعی تھے' پیرانی صاحبہ کے بھائی تھے اور حافظ عمر صاحب اور عبدالمجید صاحب ناظم سفر تھے ان دو کو بھیجا اور فرمایا کہ جدہ سے بندوق لے کر بھرلینا اور مکہ سے مدینہ تک اپنی پیرانی کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ چلنا۔ حالات بہت خراب تھے' لوٹ کا زمانہ تھا' ہر تھوڑے فاصلے پر بدّو لوٹ لیتے تھے۔ کیا تعلق تھا! آٹھ دن تک پیدل پیرانی صاحبہ کی اونٹنی کے ساتھ چلتے رہے۔ عبدالمجید کے کاندھے پر بھی بندوق اور حافظ عمر صاحب کے کاندھے پر بھی بندوق۔ ابا جی کے قریب کے عزیزوں میں سے

تھے اور ان سے ' میری خوب ملاقات رہی ۸۲ء تک اور ۸۶ء کے آخر میں ان کا وصال ہوا ہے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو بیعت کی اجازت دے رکھی تھی' ایک عرصے کے بعد فرمایا! محمد عمر میرا جی چاہتا ہے نام کرنے سے کیا فائدہ؟ اصل چیز تو مقام ہے یعنی صاحب نسبت ہونا تم زمیندار ہو مصروفیات تمہاری بہت زیادہ ہیں ' میں لمبی فہرست خلفاء کی شائع کروں ان میں تمہارا نام ہو' نام کرنے سے کیا فائدہ میرا جی یوں چاہتا ہے آئندہ جو فہرست خانقاہ سے طبع ہو اس میں آپ کا نام نہ دیا جائے کیا خیال ہے؟ پیروں میں گر پڑے حضرت بس! کمال ہوگیا میرے دل کی یہی بات ہے نام کرنے سے کیا فائدہ اللہ تعالٰی مجھے اپنی نسبت نصیب فرمائیں حضرت میرا نام نہ دیجئے آپ واہ واہ! حضرت کمال کردیا' آپ نے میرے دل کی بات فرمائی اس کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوسکتا۔ آئندہ فہرست شائع ہوئی تو مولانا محمد عمر صاحب کا نام شائع نہیں ہوا۔ ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اور ان کا تعلق پہلے سے کہیں زیادہ بے انتہا بڑھ گیا۔ اور روای ہیں ہمارے ابا جی رحمتہ اللہ علیہ۔ آخری میری ملاقات ان سے ۸۶ء میں جلال آباد میں ہوئی۔ صاحب سلسلہ ہو یا نہ ہو' مجاز ہو یا نہ ہو' ولی کامل ہوجائے' اصل چیز تو یہ ہے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے تمام مریدین اس قابل ہیں کہ ان کو اجازت دے دی جائے۔ لیکن نہیں! تاکہ عجب کا شکار

نہ ہو جائیں۔ جی! کیا ضرورت پڑی بس صاحب نسبت ہو پھر نسبت میں ترقی کرے۔ ایسے ایسے حضرت کے خلیفہ ہوئے ہیں کہ کوئی ایک بھی ان کا مرید نہیں ہوا لیکن انہوں نے بھی کبھی یہ نہیں بتلایا کہ ہمیں حضرت کی طرف سے اجازت حاصل ہے' اپنے ذکر و فکر میں لگے رہے' نسبت میں ترقی کرتے رہے اور نسبت میں ترقی کرنا چاہئے نسبت مع اللہ حاصل کرنا ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے اور اس پر تمام حضرات کا اتفاق ہے۔ کہ نسبت الٰہی کا حصول فرض ہے لوگوں نے اسی لئے سجدہ ریزیاں' نفس کی مخالفتیں' صعوبتیں' کلفتیں' مجاہدات برداشت کئے ہیں تاکہ ہمیں ان کی نسبت حاصل ہو جائے۔ نسبت ہی کے لئے راتوں کو جاگے ہیں دنوں کو روزے رکھے ہیں خلق خدا کے قدموں میں پڑے رہے ہیں اور مرشد سے نفس کشی کے طریقے سیکھے ہیں کاہے کے لئے؟ نسبت کے لئے یا صاحب سلسلہ بننے کے لئے؟ نسبت کے لئے۔

بات اس پر چل رہی تھی کہ حضرت نے فرمایا کہ آج کل نوجوان پیر ہیں چھوٹی چھوٹی سی عمریں ہیں' پیر ہیں' اور فرمایا حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے قلب پر کیا چیز وارد ہوئی ہے۔ فرمایا کہ آج کل تو ہر شخص پیر بن سکتا ہے' اور پیر بننا مشکل ہی کیا ہے لمبے لمبے بال رکھ لو' موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں رکھ لو' رنگا ہوا کرتہ پہن لو' پیر ہو گئے۔ عورتوں کو گھورا کریں' لونڈوں کو تکا کریں' حلال کام کریں یا حرام' ان کی پیری ایسی مضبوط ہے کہ

کسی طرح جاتی ہی نہیں۔ اور فرمایا کہ آجکل تو یہ حالت ہے کہ کوئی جتنا زیادہ شریعت کے خلاف ہوتا ہے لوگ اتنا ہی اس کے زیادہ معتقد ہوتے ہیں۔ یہ پہنچا ہوا ہے۔ نماز کا پوچھو تو جواب دیتے ہیں کہ نماز بیت اللہ شریف میں پڑھتے ہیں دہلی میں ایک بزرگ تھے انہوں نے کہا کہ اے ظالم نماز تو تو وہاں پڑھے اور ہگنے موتنے کے لئے ہندوستان رکھا ہے۔

حضرت اقدس حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے والد حضرت مولانا محمد ذکریا بنوری رحمتہ اللہ علیہ بڑے مزے دار آدمی تھے ایک شخص کا یہی دعویٰ تھا کہ وہ آن کی آں میں مکے پہنچ جاتا ہے۔ حضرت مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ میں ایسا تواضع کا رنگ تھا کہ جس کی تسبیح گھسی ہوئی دیکھتے تھے اس کے معتقد ہوجاتے تھے۔ جامع الکمالات و المحاسن تھے شیخ العرب والعجم تھے بہت اونچے آدمی تھے۔ بندہ سفر حضر میں کچھ وقت ان کے بہت قریب رہا ہے۔ بہت محبت فرماتے تھے۔ لیکن ان کے والد صاحب بڑے کھرے آدمی تھے۔ وہ بزرگ جن کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ آن کی آن مکہ پہنچ جاتے ہیں۔ بنوری ٹاؤن میں بیت الخلاء میں گئے' استنجے کے لئے۔ تو حضرت مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد ذکریا بنوری صاحب نے باہر سے کنڈی لگا دی اور پاس بیٹھ گئے۔ اور بعد فراغت انہوں نے کنڈی کھول کر باہر آنا چاہا تو دروازہ نہ کھلے بہت دیر ہوگئی پھر انہوں نے اندر سے آوازیں لگانا شروع کریں۔ کہ باہر سے کنڈی کس نے

لگا دی ہے؟ کنڈی کھولو' میں باہر آؤں۔ اس پر مولانا ذکریا بنوری بولے میاں! تم تو آن کی آن میں مکہ پہنچ جاتے ہو۔ ذرا باہر تو نکل کر دکھاؤ۔ بہت ترسایا' ان کو بہت ترسایا۔ پھر بیت الخلاء میں انہوں نے توبہ کرائی۔ جب توبہ کرلی تب انہوں نے کنڈی کھولی۔ حضرت بنوری کے والد ماجد جب تک زندہ رہے ان بزرگ نے کسی قسم کی کشف و کرامت کا تذکرہ نہیں کیا۔ آج کل جو کوئی شریعت کے جتنا زیادہ خلاف ہوگا' لوگ اتنے ہی زیادہ اس کے معتقد ہوں گے کہ یہ پہنچا ہوا ہے' یہ اللہ کے نزدیک بہت مقبول ہے۔ اور اگر کوئی زیادہ شریعت و سنت پر چلتا ہے' تو کہتے ہیں کہ بزرگ کیسے ہو سکتا ہے پیر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ نرا ملاّ ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ' ان حضرات کے زمانہ میں لوگ کہتے تھے کہ بھئی! عالم تو بے بدل ہیں' بزرگی جس چیز کا نام ہے وہ ان میں نہیں ہے۔ نرے مولوی ہیں۔ بحیثیت عالم تو ہم ان کو مانتے ہیں' پرہیزگاری بھی مانتے ہیں' لیکن بزرگی نام کی کوئی چیز ان میں نہیں ہے' قوم کا مزاج ایسا ہی بن گیا ہے' زندگی میں مخالفتیں کرتے ہیں بے فیض رہتے ہیں بعد میں سب سے پہلے کہتے ہیں رحمتہ اللہ علیہ۔ ابا جی فرمایا کرتے تھے ہاتھی زندہ لاکھ کا مرے سوا لاکھ کا' تم ان سے فیض اٹھاؤ نہ اٹھاؤ' وہ تو قرب کے منازل طے کرتے چلے جا رہے ہیں۔

عورتوں کو نصیحت

بہرحال اس کے بعد حضرت نے پھر عورتوں سے بھی خطاب فرمایا۔ بعض عورتیں ایسی بے حیا ہوتی ہیں کہ خود مردوں کو دیکھتی ہیں اور اپنے آپ کو مردوں کو دکھاتی ہیں باہر آآکر' بے پردہ ہو ہو کر دکھاتی ہیں' اس میں بالکل احتیاط نہیں کرتیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والے کو اور جس کو دیکھا جائے دونوں کو اپنی رحمت سے دور کردیتے ہیں۔ مورد اللعنۃ ہوجاتے ہیں اور لعنت کہتے ہیں رحمت خداوندی سے دور ہونا' محروم ہونا' عورت کو نصیحت کی جاتی ہے کہ دیکھو! ذرا پردے کا خیال کرنا کہ غیر آدمی کی نظر تم پر نہ پڑ جائے۔ کہتی ہیں کیا بات کرتے ہو ایک مرتبہ دیکھے گا ساری عمر ترسے گا اور جو پردہ دار ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ خاوند کے سامنے تو بھتنگن بنی رہتی ہیں۔ اور اگر کہیں جائیں تو بہت ہی سج کر بیگم بن کر جائیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب سفر سے واپسی ہو تو بہتر ہے کہ کسی طرح گھر والوں کو اطلاع کروادے اور علی الصبح گھر نہ آئے' سفر سے واپسی شام کے وقت ہو اور پہلے سے اطلاع ہو کہ شام کے وقت ہم سفر سے واپس آرہے ہیں۔ تاکہ گھر وغیرہ کی صفائی کرکے خود نہا دھو کر' صاف ستھرے کپڑے پہن لے۔ شوہر جب گھر آئے تو اس کی طبیعت میں برائی نہ

آئے گھس نہ آئے' یہ سفر سے واپسی کے آداب میں سے ہے۔ فرمایا :
عورت کا بننا سنورنا کس کے لئے؟ شوہر کے لئے۔ اور کتنی نامناسب بات ہے کہ شوہر ہی کے لئے اپنے کو بناتی اور سنوارتی نہیں۔ اور بعض مرد ایک بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں 'گھر پکار کر نہیں جاتے' بے پکارے اندر گھس جاتے ہیں۔ اکثر عورتیں بھی ایسی ہی بے احتیاط ہوتی ہیں۔ سواری سے اتریں اور یہ معلوم نہیں کرتیں کہ گھر میں کوئی ہے یا نہیں بلا اجازت اندر چلی آتی ہیں۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیمار تھا بہت سی عورتیں عیادت کرنے ڈولی میں آئیں۔ اور بلا خبر کرائے ڈولی سے اتر کر گھر چلی آئیں۔ میں نے خوب ان کو برا بھلا کہا۔ اور جب عورتیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں اس وقت تو بالکل بے شرم ہو جاتی ہیں۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ اس گھر کے مرد دروازے کے اندر آکر سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کسی نے منہ پھر لیا کسی نے دوپٹے کا آنچل منہ پر ڈال لیا۔ کوئی کسی کے پیچھے ہو گئی اس پر تعجب یہ ہے کہ ہر ایک سمجھتی ہے کہ مجھے نہیں دیکھا مجھے نہیں دیکھا حالانکہ اس نے سب کو دیکھ لیا۔

نظر بد سے بچنے کا طریقہ

تو خلاصہ یہ ہے کہ آنکھوں کا گناہ بہت سخت ہے اور اس میں بہت سے

آدمی پھنس رہے ہیں۔ اس کا بہتر انتظام یہ ہے کہ چلتے وقت نیچی نگاہ کر کے چلو۔ دیکھو! اللہ نے چاہا تو بہت بچے رہو گے۔ اچانک اگر بلا ارادہ کسی پر نظر پڑ جائے اور فوراً اس کو ہٹا لیا جائے تو معاف ہے۔ لیکن اس کے بعد جو دوبارہ دیکھنے کا تقاضا پیدا ہو گا اب مجاہدے کی ضرورت ہے۔ نفس کی مخالفت کی ضرورت ہے۔ اس وقت اگر اس کو کچل دیا تو ان شاء اللہ ایک عجیب و غریب توفیق آپ کو حاصل ہو گی' ذکر کی حلاوت نصیب ہو گی۔ اس نفس کا سر کچل دے' چل اپنا کام کر' میں اپنے اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں کروں گا' میں نہیں دیکھوں گا' ہمت کر کے ضبط کر جائے' انشاء اللہ ثم انشاء اللہ توفیقات کے دروازے کھل جائیں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا حضرت کوئی ایسا گر بتلا دیجئے چھوٹی سی بات ہو پوری شریعت پر عمل ہو جائے فرمایا حضرت مجدد صاحب نے کہ وہ ایک ہی گر ہے "ضبط نفس" نفس کو کنٹرول کر لینا اپنی خواہشات کو ضبط کر لینا انشاء اللہ پوری شریعت پر آسانی سے عمل ہو جائے گا۔

بعض اہل اللہ نے نظروں کی حفاظت کی خاطر جنگل میں رہنا اختیار فرمایا ہمارے ہاں کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا لاہور میں ایک بزرگ تھے بڑے کاملین میں سے تھے۔ اتنے محتاط تھے نظروں کے معاملہ میں کہ جس وقت بچے اسکول جاتے یا جس وقت اسکول سے آتے یہ اپنی خانقاہ سے باہر نہ نکلتے تھے

خواہ کتنا ہی ضروری کام ہو۔ ان دو وقتوں میں تو بہت احتیاط فرماتے تھے۔

نظربد کے نقصانات

ایک اللہ کے مقبول بیت اللہ کا طواف کررہے تھے اور ان کی ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی' طواف کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے' اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ یا اللہ! میں آپ کے غصے سے' آپ کی خفگی سے آپ کی ذات کی آپ سے پناہ مانگتا ہوں۔ کسی نے پوچھا اتنا کیوں رو رہے ہو کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ میں نے ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھا تھا غیب سے چپت لگی اور میری آنکھ پھوٹ گئی اس لئے ڈرتا ہوں کہ کہیں دوبارہ ایسا نہ ہو جائے۔

امام الاولیاء حضرت جنید بغدادی چلے جارہے تھے کہ ایک گورا' چٹا' نصرانی لڑکا سامنے سے آرہا تھا' آپ کے مرید نے شہوت نفس کے ساتھ حضرت سے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی کیا دوزخ میں ڈالیں گے؟ پورا پورا میلان اس کے نفس کا اس کی طرف تھا۔ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو نے غلط نظر سے اس کو دیکھا ہے اس کا تجھے مزہ چکھنا پڑے گا' چنانچہ قرآن مجید کا وہ حافظ تھا بالکل بھول گیا' بعض آدمی بد نظری کرتے ہیں ان کے پسینے میں سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض آدمی بد نظری

سے پرہیز نہیں کرتے امرد کو تکتے رہتے ہیں۔ باپردہ عورتوں کا اور تو کچھ نظر نہیں آتا ان کے پیروں کو دیکھ کر اندر کے خدوخال کا غلط اندازہ لگاتے ہیں۔ عقل دن بدن ان کی سٹھیاتی جاتی ہے عقل کا جو نور ہوتا ہے وہ بجھ جاتا ہے' حافظہ نہیں رہتا' بصیرت ان کی فوت ہو جاتی ہے' توبہ! توبہ! اور بھی کسی چیز میں نور نہیں رہتا جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرلے۔

ایک غلطی کا ازالہ

بعض لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے کہ بعض اللہ والوں نے خوبصورتوں سے ملنا جلنا رکھا ہے۔ اور اس میں مثال دیتے ہیں خواجہ مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کی۔ حالانکہ ان کے حالات میں انہوں نے غور نہیں کیا۔ یہ عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے خالہ کے بیٹے ہیں۔ بہت خوبصورت تھے شاہی خاندان کے فرد تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ کبار میں سے تھے بڑے درجے کے شیخ تھے تفسیر مظہری والے ان کے مرید تھے عجیب ان کی کیفیت تھی۔

مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ جب ماں کی گود میں تھے تو بے ڈھنگی شکل و صورت والے کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اب بتایئے کہ اس عمر میں ایسا کیوں؟ بات یہ ہے کہ وہ فطرۃً ہی ایسے تھے' پالکی میں بیٹھ کر جب

بازار سے گزرنا ہوتا تھا تو پالکی کے دروازے بند کرادیتے تھے' فرمایا راستے میں دکانیں نظر آتی ہیں اور وہ بے قاعدہ بنی ہوتی ہیں اس کو دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

تھانہ بھون میں ایک قاضی تھے وہ اپنے ساتھ ایک شخص کو لے کر مرزا مظہر جان جاناں دھلوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے گئے۔ قاضی صاحب کے ساتھی کو ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئی وہ ناک صاف کرنے کی ضرورت سے اٹھے' تو سب سلوٹیں پائجامے کے پیچھے تھیں۔ حضرت مرزا صاحب کے سر میں درد ہو گیا اور فرمایا : قاضی صاحب! ایسے شخص کے ساتھ جس کے پائجامے کا یہ حال ہے آپ کا کیسے گزارا ہوتا ہوگا۔

اکبر شاہ ثانی جو آپ کے زمانے میں مغلیہ بادشاہ تھا۔ یہ عالمگیر کے بعد ہوئے اور انہی کے دور میں مغلیہ حکومت کو بہت زیادہ زوال آیا۔ زیادہ تجربہ کار نہیں تھے' ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں اکبر شاہ حاضر ہوا۔ بادشاہ کو پیاس لگی کوئی خدمت گار اس وقت پاس نہ تھا۔ خود اٹھ کر پانی پیا اور پانی پی کر صراحی پر کٹورا ٹیڑھا رکھ دیا۔ مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کے سر میں درد ہو گیا اور طبیعت پریشان ہو گئی۔ لیکن آپ نے ضبط کیا۔ چلتے وقت بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کے ہاں کوئی آدمی خدمت کے لئے نہیں ہے اگر آپ ارشاد فرمائیں تو کوئی آدمی بھیج دوں۔ حضرت مرزا صاحب سے رہا نہ گیا برداشت نہ ہوا فرمایا : پہلے خود تو آدمی بن

جایئے صراحی پر کٹورا ٹیڑھا رکھ دیا جب سے میری طبیعت پریشان ہے۔

سنیئے! ایک شخص نے آپ کی خدمت میں انگور بھیجے اور وہ بہت عمدہ مزے دار تھے اس شخص کو انتظار تھا کہ آپ انگوروں کی تعریف کریں گے اور مرزا صاحب رحمتہ اللہ علیہ بالکل چپ تھے لیکن وہ تعریف کا منتظر تھا۔ آخر اس نے پوچھا حضرت انگور کیسے تھے؟ فرمایا : کیا پوچھتے ہو انگور کیسے تھے مُردوں کی بو آرہی تھی۔ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ بات صحیح ہے۔ قبرستان میں انگوروں کی بیل لگائی گئی یہ وہاں کے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کو خوبصورتی اچھی معلوم ہوتی تھی وہ ان کی پیدائشی بات تھی۔ ان کی طبیعت پیدائشی طور پر منجانب اللہ ایسی تھی کہ کسی بے ڈھنگی چیز کو پسند نہیں کرتے تھے ڈھنگ دار چیز کو پسند فرماتے تھے۔ ان کے نفس میں برائی کا خیال ملا ہوا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذکر خیر کی برکت سے ہمیں بھی ایسا پاکیزہ نفس عطا فرمائیں۔ بچپن میں بھی بدصورت آدمی کی گود میں نہیں جاتے تھے۔ بھلا! اگر برے خیال سے خوبصورتی کو پسند فرماتے تو بچپن کے زمانے میں تو اس کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مرزا مظہر جان جاناں دھلوی رحمتہ اللہ علیہ خود اپنی اس حالت کو ناپسند فرماتے تھے جب کہ یہ حالت ان کی فطری تھی۔ خواجہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ بڑے آدمی تھے۔ نئی دہلی میں مہندیان سے آگے چلے جائیں تو کچھ فاصلے پر سیدھے ہاتھ پر ان کا مزار ہے۔ خانقاہ وغیرہ بنی ہوئی ہے۔ کچھ نامناسب لوگوں کا قبضہ ہے۔ بڑے صاحب حال

بزرگ ہوئے ہیں۔ خواجہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت لوگوں نے آکر حضرت مرزا صاحب سے عرض کیا کہ وہ راگ سنتے ہیں۔ فرمایا حضرت مرزا صاحب نے کہ بھائی! ان کو کانوں کا مرض ہے اور مجھ کو آنکھوں کا مرض ہے کہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں۔ دیکھئے! اس فطری بات کو بھی ناپسند فرما رہے ہیں۔ لیکن مجبور تھے۔ دیکھئے حضرت مرزا صاحب اس کو مرض فرما رہے ہیں اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کیسی محققانہ بات لا رہے ہیں۔ انہیں کے اس قول سے گویا انہی کی حالت کا رد فرما رہے ہیں کہ دیکھئے! انہوں نے اپنی زبان مبارک سے اپنی اس حالت کو مرض کہا اور مرض کوئی اچھی بات کو کہتے ہیں۔ بری بات کو کہتے ہیں۔ تو پھر اور لوگوں کو خوبصورتی سے ملنا جلنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت

ایک بزرگ کی خوبصورت بے ریش لڑکے خدمت کیا کرتے تھے۔ اور یہ بزرگ کبھی کبھی ان سے پیار بھی کرلیا کرتے ہیں۔ غلبہ شفقت سے یہ حضرات جب کسی کو بوسہ دیتے تو پیشانی سے یا گردن سے دیتے تھے' یہ طریق پرانے زمانے میں تھا' ایک دن ان کے مرید نے بھی ایسا ہی پیار کیا کہ ہمارے حضرت پیار کرتے ہیں لاؤ ہم بھی بچوں سے پیار کریں۔ لیکن شیخ کو

منکشف ہوگیا کہ نفسانیت میں مبتلا ہے۔ اور اس نے میری دیکھا دیکھی ایسا کیوں کیا؟ بہت سی باتیں اباجی ایسی فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری باتیں دیکھا دیکھی بغیر پوچھے مت کیا کرو۔ پوچھ لیا کرو۔ اور ایک اچھا خاصہ رسالہ تیار ہوجائے توفیق الٰہی اور اپنے حضرت کی برکت سے۔ بندہ اگر ان باتوں کو بیان کرے تو حضرت کے متعلقین ہی حیران ہوجائیں۔ ہر بات کو اپنا نا بلا تحقیق کے مناسب نہیں۔ بعض باتیں ان کی مقامی طور پر مناسب تھیں۔ بازار تشریف لے گئے وہ بزرگ جن کے مرید نے امرد کو بوسہ دیا تھا۔ اور لوہار کی دکان پر ایک توا دیکھا لوہے کا۔ جو سرخ انگارہ ہورہا تھا ساتھ وہ مرید صاحب بھی تھے۔ شیخ نے جاکر فوراً اس تپتے ہوئے لوہے کو پیار کرلیا۔ اور اس مرید سے کہا آیئے آیئے تشریف لایئے آپ بھی اس کو پیار کیجئے میرا اتباع کیجئے۔ اس مرید سے فرمایا کہ دیکھا دیکھی آئندہ کوئی کام مت کرنا برابری کا خیال نہ لانا۔ شیخ شیخ ہے مرید مرید ہے۔ باپ باپ ہے بیٹا بیٹا ہے۔ بعض عمل ایسے ہوتے ہیں۔ اس میں برابری کرنے کی اجازت خلیفہ کو بھی نہیں ہوتی عام مرید کو تو جانے دیجئے۔ باطنی طور پر اللہ تعالیٰ وہ مقام اور مرتبہ عطا فرمادیں تو وہ بات اور ہے۔

ایک مفید نصیحت

لیکن ظاہری طور پر ایسا انداز اختیار کرنا جس سے لوگوں کو تنگی خشکی

سختی محسوس ہو' لوگوں کو محرومی کا احساس ہو' ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے' مخلوق خدا میں اپنے کو مٹا کر گھلا ملا رہے۔ کوئی امتیازی صورت نہ رکھے' ہر آدمی حضرت گنگوہی' حضرت نانوتوی' حضرت تھانوی' حضرت مسیح الامت کیسے بن سکتا ہے؟ اپنا اپنا ایک مقام ہوتا ہے ہر ایک کا ایک معیار ہوتا ہے۔ اس پر وہ پھبتا ہے سجتا ہے۔ نہ کہ ایسا انداز اختیار کرے کہ اسے تنگی ہو جائے یہ غلط بات ہے۔ اور ایسی صورت میں ان بزرگوں سے فیض عام نہیں ہوتا فیض محدود سا رہ جاتا ہے۔ یہاں تو امت کا مزاج یہ ہے کہ عوام میں گھلا ملا رہے۔ اس سے عجب اور خود پسندی کا مرض پیدا نہیں ہوتا۔ بہت حفاظت ہے اس کے اندر۔ کوئی امتیازی صورت اختیار نہ کریں کہ لوگ تنگی' خشکی' سختی کا اظہار کریں یا احساس کریں۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ابا جی کے لئے فرمایا کہ وہ دروازے پر بیٹھے ہوں گے ان کو ذرا اندر بلا لیجئے۔ اور وصال شریف میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے۔ اور ابا جی شیخ کے دروازے پر بیٹھے رہتے تھے دن رات۔ خادم باہر گیا اور ابا جی کو کہا کہ بڑے ابا آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ بہت اچھا۔ فوراً دوڑ کر حاضر ہو گئے۔ فرمایا : میرے قریب بیٹھ جاؤ ضعف کی وجہ سے اونچا نہیں بول سکتا۔ قریب بیٹھ گئے۔ فرمایا اور قریب ہو جاؤ۔ برابر میں تخت اور کرسی عیادت کرنے والوں کی رکھی رہتی تھی۔ فرمایا

میرے پاس آجاؤ' بالکل پاس اپنے پہلو کے ساتھ بٹھا کر فرمایا۔ مولوی صاحب! ایک بات بتاؤں میں آپ کو۔ آج کوئی بھی کسی کا معتقد نہیں ہے۔ عوام کے اعتقاد کا اعتبار نہ کرنا۔ اس میں بہت دھوکہ ہوجاتا ہے۔ ہر قسم کے آدمی آجاتے ہیں۔ کسی کو اپنا خاص بنانے میں عجلت نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو خاص بنائیں گے تو خود ہی وارد فرمادیں گے۔ اپنی طرف سے کوشش نہ کرنا۔ اور ایک بات میں آپ سے اور عرض کروں تربیت کے باب میں کہ میرا مذاق لینا' میرا مزاج نہ لینا' میں اس معاملے میں مامور من اللہ تھا' کسی کا بستر نکلوا دیا' خانقاہ سے نکلوا دیا دھکے دے دیئے' مارا' اب زمانہ وہ رہا نہیں' ایسی نقل میری کوئی کرے نہیں۔ سمجھ لیا۔ جی سمجھ لیا۔ بس یہی کہنا چاہتا تھا۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا جو طرز تھا وہ انہیں کی ذات کو زیبا تھا' ان کے لئے مخصوص تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح الامت رحمتہ اللہ علیہ کے بعض انداز جو جلال آباد رہتے ہوئے ان کی ذات گرامی کے ساتھ مخصوص تھے۔ ہم بہت نیچے کے آدمی ہیں ہم عوام میں سے ہیں' عوام میں اتر کر' نشیب میں اتر کر ہی کام کرنا پڑے گا' اور صیاد وہی ہوتا ہے جو صید کے وقت صیود کی بولی بولے' پرندوں کی بولی بولے' وہی شکاری کامیاب ہوتا ہے۔ وہ تو ابا جی کا حسن ظن اپنی جگہ لیکن ہمیں اپنی حیثیت معلوم ہے کہ کچھ بھی نہیں ہیں بہت نیچے کے آدمی ہیں۔ ہم تو مزدور پلے داروں سے بھی نیچے کے آدمی ہیں۔ پھر

ہم اونچے آدمی کا ہے کو سمجھیں کہ ہم اونچے ہیں۔ ایسا انداز ہم کیوں لیں؟

اور الحمدللہ حضرت تصدیق فرما گئے کہ دور حاضر میں اسی انداز کی ضرورت ہے۔ کام کا پھیلاؤ اور گہراؤ اسی انداز سے ہوگا۔ اور اس میں میں نے اپنے حضرت کے ذوق کے ساتھ کچھ باتیں عرض کردی ہیں' عقل مندوں کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔ شیخ نے مرید کو ڈانٹا خبردار! تم نے ہماری دیکھا دیکھی کام کیوں کیا؟ اس تپتے ہوئے لوہے کو کرو پیار اور اس بچے کو پیار تم نے کیوں کیا تھا؟

ایک اور بزرگ تھے ان کو کسی نے دیکھا کہ خوبصورت لڑکے سے پیر دبوا رہے ہیں۔ وسوسہ ہوا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں امرد سے پیر دبوا رہے ہیں۔ ان کو منکشف ہوگیا۔ (انہوں نے کہا) ارے فلانے! کوئلوں کی دہکتی ہوئی انگیٹھی لانا۔ انگیٹھی منگوائی اور پیر رکھ دیا۔ پیر نہیں جلے۔ اور اس سے کہا کہ عقل ہے کچھ؟ یہ کیا بات ہے؟ میرے نزدیک یہ آگ اور امرد دونوں برابر ہیں۔ ایک اور بات پر مزید غور نہیں کیا وہ بھی کرلیں۔ میں آپ کو پھر اشارہ کرتا ہوں۔ بزرگوں کے ہاں ایسے لوگ بھی آتے ہیں جو ایسی باتوں پر نظر رکھتے ہیں۔ لاہور میں علماء کی مجلس تھی اباجی بیان فرمارہے تھے۔ بیان فرماتے فرماتے فرمایا۔ میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں منافقین آتے تھے یا نہیں آتے تھے مولانا محمد تقی صاحب اور مولانا محمد رفیع صاحب نے کہا : جی آتے تھے۔ بہت مختصر سا

سکوت فرمایا۔ ان کے نائبین کی مجلس میں بھی آنے چاہئیں یا نہیں؟ جی پھر تو آنے چاہئیں۔ فرق ایک ہے منافقین کی قسم کا ہے۔ جو منافقین اعتقادی ہیں وہ تو کافر ہیں اب وہ نہیں رہے۔ وہ اعتقادی تھے جو آپ کی مجلس میں آتے تھے۔ اب منافقین عملی ہیں وہ دقیق دقیق حملے کرتے ہیں۔ شبہات پیدا کرکے لوگوں کے اندر' نفع سے روکنا چاہتے ہیں۔ میں آپ حضرات کو نصیحت کرتا ہوں آپ حضرات علماء ہیں۔ ایک تو ہر بات کا جواب نہ دیا کریں ہر ایک پر اعتماد نہ کیا کریں۔ مجلس خاص تھی بندہ حضرت کے قدموں میں حاضر تھا۔ سامنے کی بات ہے۔

تہمت کی جگہوں سے بچنا ضروری ہے

فرمایا : یاد رکھئے ایسے شخص کا مرید ہونا جائز نہیں ہے جو ظاہر میں شرع کے خلاف ہو۔ شیخ بنانے کے لئے وہی بزرگ ہوتے ہیں جو عتبار سے شریعت کے موافق ہوں۔ اور جو بزرگ ظاہر میں شریعت کے خلاف ہے اسے شیخ نہ بنایا جائے اور یہ بھی تو ایک حکم شرع ہے **اتقوا مواضع التہم** رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت تھی۔ ایک مرتبہ مسجد میں آپ نے اعتکاف فرمایا۔ آپ کی زوجہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس مسجد میں تشریف لائیں' واپسی کے وقت آپ ان کو پہنچانے کے

لئے دروازے تک گئے۔ مسجد کی طرف آپ کے دولت کدہ کا دروازہ تھا سامنے دیکھا تو دو آدمی آ رہے ہیں۔ آپ نے حضرت صفیہ سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ آپ اوٹ کرکے' پردہ کرکے کھڑی ہو گئیں اور اس کے بعد ان دو آدمیوں سے فرمایا کہ یہ میرے گھر سے ہیں' صفیہ کوئی غیر عورت نہیں ہے یہ بات ان دونوں پر شاق ہوئی اور عرض کیا! حضور : کیا آپ پر ایسا گمان ہو سکتا ہے۔ فرمایا : شیطان آدمیوں کے جسموں کے اندر خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ کہیں وہ تمہارے ایمان کو تباہ نہ کردے۔ اساتذہ کرام معلمین کو بہت محتاط ہونا چاہئے۔ مدرسہ کو روضتہ الاطفال کہتے ہیں سارا روضہ دھرا رہ جاتا ہے۔ بہت محتاط ہونا چاہئے اس روضہ کے اندر تقویٰ کا روزہ ہونا چاہئے۔ ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ بہت نصائح ہیں اباجی کے اس سلسلے میں۔ کاش! اگر ہم لوگ اس پر غور کریں تو بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ دیکھئے! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے ایمان کو تباہ کردے' یہ آپ نے فرمایا۔ پس جو لوگ دوسرں کو دین کا راستہ بتلاتے ہیں۔ وہ تو ایسی جگہوں سے بھی بچیں جس سے دوسروں کو بدگمانی ہو

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کا جمعیت کے ایک اجلاس میں سکھر تشریف لانا ہوا تھا۔ چالیس سال ہو گئے اس بات کو انہوں نے فرمایا تہمت کی جگہوں سے بچو اور ایسی جگہوں سے بچو جہاں

الزام لگ سکتا ہو۔ اور ایک اس کی مثال دی کہ جیسے سینما کے دروازے پر سینما کی چار دیواری کے پاس' سینما کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو جائیں اور کچھ دیر کھڑے رہیں (اگرچہ) دیکھا نہیں اور اندر گئے نہیں' اس بات کو برا بھی سمجھتے ہیں کہ یہ تہمت کی جگہ ہے۔ گزرنے والا یہی سمجھے گا کہ مولوی صاحب دیکھ کر نکلے ہیں۔ بچنا چاہئے! اہل علم کو بہت محتاط ہونا چاہئے' اور ان تمام باتوں کے اور احتیاطوں کے باوجود پھر بھی لوگ مخالفتیں کریں' تہمتیں لگائیں' پھر ڈرنا نہیں چاہئے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید فرماتے ہیں۔

لازم ہے اسے وادیٔ تہمت سے گزرنا
عاشق ہی ترا کب ہے جو بدنام نہیں ہے

یہ تو ان حضرات کے لئے ہے' یہ نہیں کہ ہم گڑبڑ کرتے رہیں اور یہ شعر پڑھتے رہیں۔ محتاط متقی حضرات کے لئے ہے۔ اب تو تکوینی معاملہ ایسا ہے کہ مخالفتیں ہو رہی ہیں' اس کے ذریعے خود پسندی' گھمنڈ سے بچایا جا رہا ہے۔ اس کے لئے ہے۔

لازم ہے اسے وادیٔ تہمت سے گزرنا

ارے صرف خالی تہمت نہیں' تہمت کی وادی سے گزرنا لازمی ہے۔

عاشق ہی تیرا کب ہے جو بدنام نہیں ہے۔ سر سے کفن باندھ لے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے موقع پر فرمایا ان کا ملفوظ گرامی ہے کہ ہم مخالفت کو علامت مقبولیت کی سمجھتے ہیں' ابا جی نے اس ملفوظ کے بارے میں فرمایا کہ بالکل صحیح فرمایا لیکن پھر بھی مخالفت سے اللہ کی پناہ مانگتا رہے۔ بعض لوگوں کو سہار نہیں ہوتی بعض کچے متقی حضرات جو متقی تو پورا ہوتے ہیں مگر سہار نہ ہونے کی وجہ سے کچے ہیں۔ مخالفت کے وقت کام چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ جمے اور ڈٹے نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا چاہئے کہ یا اللہ ہم اس چیز کو برداشت نہیں کرسکتے' ہماری حفاظت فرما۔

خیالات کا گناہ

خلاصہ یہ کہ بدنظری ہر طرح سے حرام ہے' بہت بڑا گناہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا **یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ** اور آگے فرمایا **وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرِ** یعنی جس کو لوگ سینوں میں چھپاتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتے ہیں۔ تو جس طرح بدنظری حرام ہے اسی طرح گناہ کا دل سے سوچنا بھی حرام ہے۔ اور یہ سوچنا تو دیکھنے سے بھی سخت ہے۔ بعض لوگ عورتوں اور ان لڑکوں کا جن کے چہرہ پر داڑھی نہیں آئی۔ ان کا خیال جماتے ہیں' اور خیالات سے مزہ لیتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم متقی ہیں' خوب سمجھ لو! کہ سب کچھ شیطان

کا دھوکہ ہے۔ بعض مرتبہ دل کے اندر سوچنے سے اور دل ہی دل میں باتیں کرنے سے زیادہ خرابی واقع ہوتی ہے۔

مجھے ایک ڈاکٹر صاحب ملے جنہوں نے براہ راست مجھے یہ بات بتلائی کہ ایک اچھا خاصا باشرع دین دار آدمی' ہمیں اس کے علاج کے سلسلے میں بے ہوش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ بے ہوش کیا تو ایسی ایسی گندی باتیں انہوں نے سنائیں' اور زبان پر جاری ہوئیں کہ میں نے کان پکڑ لئے' حیرت میں رہ گیا کہ ایسا پاکیزہ چہرہ' اور بظاہر ایسا پاکیزہ کردار' اور اندر اتنا گند بھرا ہوا ہے۔ توبہ! توبہ! یا اللہ ہماری حفاظت فرما ڈرنا چاہئے۔ لایعنی' فضول باتیں' گناہ کی باتیں' بلاوجہ چھیڑ چھاڑ کی باتیں' شہوت اور نفرت کی باتیں ان کے متعلق بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ شیطان کے فضلات ہیں۔

ابا جی نے فرمایا کہ سالک کو ھود ہونا چاہئے۔ یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی طرح۔ فضولیات سے پاک اور لایعنی سے پاک' متواضع اور سنجیدہ ہونا چاہئے۔ اگر سنجیدگی رخصت اور فضولیات میں ابتلا ہو تو اب اسے کہیں گے بے ہودہ۔ ابا جی کے الفاظ ہیں۔ سالک کو ہود ہونا چاہئے نہ کہ بے ہودہ۔ اور بے ہودگی کے ساتھ کبھی بھی منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔ کیسی عجیب بات فرما گئے۔ دل کی بہت ہی حفاظت کرنا چاہئے۔ ایک اللہ کے مقبول نے فرمایا کہ میں چالیس سال دل کے دروازے پر بیٹھا رہا ہوں تاکہ اللہ کا غیر اس میں داخل نہ ہونے پائے۔ کیا آج ہم اس بات کو سوچتے

ہیں؟

میاں بیوی ڈبل بیڈ پر سو رہے ہیں کبھی میاں غیبت کر رہا ہے، کبھی بیوی غیبت کر رہی ہے۔ ایسوں کو کیا مناجات کی توفیق ملے گی، کیا حضوری کی توفیق ملے گی، کیا دعاؤں کی توفیق ملے گی، کیا تہجد میں اٹھیں گے! جب ایک معصیت کے ساتھ سونا ہو رہا ہے۔ بس کھیل بنایا ہوا ہے باہر سے دینداری اور اندر سے فرنگیوں اور انگریزوں جیسا برتاؤں۔ وہ چال چلن میں کیا دین داری دکھلائے گی۔ توبہ! توبہ! اپنے آپ کو سنبھالنا چاہئے اور یاد رکھئے! میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کردار کشی خود کشی سے بدتر ہے۔ بہت بری بات ہے یہ۔

بد نظری سے بچنے کے طریقے

دل کی حفاظت کیجئے۔ خود بھی مسیح الامت تھے اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کا قول نقل فرمایا اور کیا عجیب بات فرمائی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت کو آب زر سے لکھ کر سامنے رکھئے۔ اور اس کو ابا جی نے سوال کے انداز میں بیان فرمایا کہ آنکھیں دل میں ہوں یا دل آنکھوں میں؟ ابا جی کا یہ انداز مبارک تھا۔ میں نے کہا: ابا جی! آنکھیں دل میں ہوں۔ فرمایا: ماشاء اللہ! بہت خوب، صحیح جواب دیا کہ آنکھیں دل میں ہوں اور اگر دل

آنکھوں میں آگیا تو گناہ ہو جائے گا۔ برباد ہو جائے گا برباد' ابا جی کے الفاظ ہیں پھر فرمایا : آنکھیں قابو میں کس طرح آئیں گی؟ میں نے کہا : ابا جی! دل کی نگرانی کرلی جائے آنکھیں قابو میں آجائیں گی۔ ایک خاتون آئی تھی حجرے کے باہر کھڑی تھیں ان کے جانے کے بعد مجھ سے پوچھا۔ کہ آنکھوں کی حفاظت کس طرح کرنی چاہیے؟ حضرت کو جواب دینا پڑتا تھا انتقال ذہنی دیکھتے تھے' الحمدللہ اس پر نمبر دیتے تھے' انعام دیتے تھے' میں نے کہا : ابا جی دل کی حفاظت کرلی جائے تو ہر چیز کی حفاظت ہو جائے گی۔ فرمایا : بہت خوب ماشاء اللہ! میرا اس انتقال ذہنی سے بہت دل خوش ہوتا ہے۔ دل کی حفاظت کرلی جائے باقی جتنے بھی اعضاء بدن انسان کے اندر ہیں دل کے تابع ہیں۔ ارے دل تو سلطان البدن ہے۔ بادشاہ جب صالح ہوگا تو اس کی رعیت بھی صالح ہوگی۔ دل کی حفاظت کیجئے رات دن کے لحات ہم فضولیات کی اندر ضائع کرتے ہیں۔ لایعنی اور بے فائدہ باتوں کے اندر۔ اگرچہ یہ فی نفسہ معصیت نہیں ہیں لیکن مقدمہ معصیت بن جاتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے اندر مبتلا ہو کر ہم معصیت کا شکار ہو جائیں۔ دل کی حفاظت سے انشاء اللہ آنکھوں کی بھی حفاظت ہوگی' کانوں کی بھی حفاظت ہوگی' دماغ کی بھی حفاظت ہوگی غرض سارے بدن کی حفاظت ہو جائے گی۔ یہ سلطان البدن ہے اس بادشاہ کو صالح بنایئے عوام بھی انشاء اللہ صالح ہو جائے گی۔

اس بد نظری کے خاتمے کے سلسلے میں اکابر نے ایک طریق یہ بیان فرمایا ہے کہ دل جب کسی حسین اور خوب صورت کی طرف راغب ہوتو اس کا فوری علاج تو یہ ہے کہ بہت بدصورت کا خیال قائم کرو۔ مثلاً ایک شخص ہے اس کا رنگ کالا ہے' چیچک کے داغ ہیں' آنکھوں سے اندھا' سر سے گنجا ہے رال اس کی بہہ رہی ہے' بڑے بڑے دانت اس کے آگے کو نکلے ہوئے ہیں' ناک سے نکتا ہے اس سے فضلہ بہہ رہا ہے' بڑے بڑے ہونٹ ہیں۔ مکھیاں اس پر بھنک رہی ہیں' گو ایسا شخص دیکھا نہ ہو۔ مگر علاج کے لئے خیال سے تراش لو۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ازراہ مزاح فرمایا کہ ہمارے علاقے میں ایسے گندے میلے کچیلے بنیئے ہیں' انہیں کا تصور کرلیا کرو۔ بعض بنیئے ہمارے علاقے میں ایسے توند والے تھے کہ ناظرین ان کا پیٹ اٹھاتے تھے۔ اور ناک بہہ کر توند پر گرتی رہتی تھی۔ اور کھاتہ رکھنے کی لئے میز کی ضرورت نہ تھی بلکہ توند پر کھاتہ رکھ کر حساب کتاب کرلیا کرتے تھے۔ تو دیکھئے! خوبصورت کی طرف رغبت ہو تو حضرت مجدّد فرما رہے ہیں کہ اس کا فی الفور علاج اور کاٹ کرنے کے لئے بدصورت کا تصور قائم کرنا چاہئے تاکہ خوبصورت کی جو رغبت ہے وہ ختم ہوجائے۔ حضرت نے فرمایا کہ جو خرابی خوبصورت کو دیکھنے سے دل میں پیدا ہوگی بدصورت کے تصور سے سب جاتی رہے گی۔

اور اگر اس خیال کے باندھنے سے پورا فائدہ نہ ہو اور بار بار اسی خوبصورت کا خیال آ آکر ستائے تو یہ خیال باندھ لو کہ یہ محبوب' یہ خوبصورت اور حسین ایک روز مرے گا۔ اور قبر میں جائے گا' ہزاروں من مٹی کے نیچے اس کو دبایا جائے گا۔ وہاں اس کا نازک بدن گل سڑ جائے گا' کیڑے اس کو کھالیں گے۔ لیکن یہ خیال باندھنا اسی وقت فائدہ دے گا جس وقت یہ خیال جماؤ گے۔ یہ مراقبہ اس خوبصورت کا خیال دل سے ہٹا دے گا۔ لیکن اس میں فائدہ بہت دیر تک باقی نہیں رہے گا۔ اس کی وجہ سے آئندہ بھی اس قسم کا تقاضا پیدا ہوسکتا ہے' چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہئے۔

آئندہ کے لئے تقاضا نہ پیدا ہونے کا اعلان تو یہی ہے کہ اللہ کے ذکر میں کثرت سے لگو اور عذاب الٰہی کا خیال جماؤ۔ اور سوچو کہ اللہ جانتا ہے اور اس کو مجھ پر پوری قدرت ہے۔ اس طرح اگر کچھ مدت تک کرتے رہو گے تو ایک دن یہ چور نکل جائے گا۔ جلدی نہیں جائے گا کچھ دیر لگے گی' لیکن چلا جائے گا۔

آدمی اگر برہنہ ہو کر صاف صاف اپنے مربی سے عرض کرتا رہے خدا کی قسم اس کی نظر کرم سے بھی کام بن جائے گا۔ ایک شخص نے پارسال روضہ اقدس پر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! نظر کرم کا محتاج ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب ملا : نظر کرم! کیا بات کرتے

ہو؟ تمہارے اوپر تو ابر کرم ہے جب رابطہ ہوتا ہے تو ایسی باتیں بھی ہو جاتی ہیں۔

سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ صاحب نسبت بادشاہوں میں سے تھے ہر شب میں ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی۔ سلطان محمود غزنوی نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو ایک ہمراہی سپاہی نے جا کر مندر میں دیکھا کہ ایک بوڑھا برہمن پوجا پاٹ کر رہا ہے۔ تلوار دکھا کر سپاہی نے کہا کہ کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو جا۔ برہمن نے کہا: حجور (حضور)! ذرا ٹھہریئے۔ سپاہی نے پھر تقاضا کیا۔ برہمن نے کہا! ذرا ٹھہریئے نوے برس کا رام ہے دل سے نکلتے نکلتے ہی نکلے گا۔ کیا صرف تمہارے کہنے سے نکل جائے گا؟

بعض آدمی قدیم رذائل کی جب اصلاح کراتے ہیں، کامیاب ہو جاتے ہیں، مگر اس کے بعد اس کی نگرانی چھوڑ دیتے ہیں وہ رذائل پھر لوٹ آتے ہیں، تو پھر یہ گھبرا جاتے ہیں، دیکھئے! رذائل کا کبھی ازالہ نہیں ہوتا، امالہ ہوتا ہے تو اس کو علماء اخلاق، مشائخ عظام نے یوں کہا ہے کہ حقیقتاً امالہ ہوتا ہے جس کو حکماً ازالہ کہا گیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں کامیاب ہونے کے بعد اس کی نگرانی ضرور رکھتے ہیں۔ اگر نگرانی سے غافل ہوا تو پھر ایسا ہی سمجھ لیجئے جیسے سردی کا ٹھٹھرا ہوا سانپ ہے کہ دھوپ لگی اور مقابلے پر آگیا۔ یاد رکھئے نفس کبھی مرے گا نہیں، ایسے نہیں مرا کرتا،

اہل اللہ' خاصان خدا اس میں کامیابی ہو جانے کے بعد پھر بھی نگرانی رکھتے ہیں۔ نظر جما کر رکھتے ہیں کہ ٹھٹھرا ہوا کونے میں پڑا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مقابلے پر آجائے۔ اگر نگہداشت اور کڑی نگرانی ہوتی ہے تو پھر یہ سر نہیں اٹھاتا۔ لہٰذا کثرت ذکر عذاب الٰہی کا تصور اور ہر وقت یہ دھیان ہو کہ اللہ جانتا ہے' ان کو مجھ پر پوری قدرت ہے' اور اللہ والوں سے عرض بھی کرتا رہے' انشاءاللہ ان کی نظر کرم سے کام بن جائے گا۔

حضرت نے فرمایا کہ ہمت مت ہارو کوشش کرتے رہو۔ تھوڑا تھوڑا کر کے یہ تقاضا گھٹتا رہے گا اور تمہارے قابو میں آجائے گا۔

تیسرا درجہ ہے کہ بالکل مادہ ہی نہ رہے جس سے تقاضا پیدا ہوتا ہے۔ اور ایسی حالت ہو جائے کہ بالکل رغبت ہی نہ ہو یہ وہ مرتبہ ہے کہ کم عقل دیندار بھی اس کو مقصود سمجھ جاتے ہیں۔ اور اس کے حاصل نہ ہونے سے پریشان ہوتے ہیں۔ جب اپنے اندر ایسی رغبت پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں ہماری محنت اکارت ہو گئی۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ حتیٰ کہ پریشانی میں ایسی باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں کہ بے ادبی اور گستاخی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہہ بیٹھتے ہیں کہ ہم اتنے روز سے ان کی طلب میں رہے مگر ہم پر رحم نہیں آیا' ایسے ہی ہم محروم ہیں۔ حالانکہ محرومی کی بات نہیں ہے ان کا معاملہ ہمارے ساتھ رحم کا ہے۔ اتنی بات ہے کہ آپ مشاہدہ نہیں کر رہے۔ یاد رکھو! یہ شیطان کا دھوکہ ہے' یہ درجہ ہرگز مقصود نہیں' اگر کبھی خواہش ہی

نہ ہوا کرے اور تقاضا ہی نہ ہو تو اب گناہوں سے بچنا کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ اندھا اور اعمیٰ اپنی تعریف کرے کہ میں بد نظری نہیں کرتا، میں کسی کو گھورتا نہیں ہوں، تو یہ کون سی تعریف کی بات ہے۔ اس کے پاس تو دیکھنے کا آلہ ہی نہیں۔ اور نامرد اگر دعویٰ کرے کہ میں برا کام نہیں کرتا، کسی عورت کے پاس نہیں جاتا، تو یہ کیا کمال کی بات ہے؟ کمال تو یہ ہے کہ گناہ کرسکو، گناہ کرنے کی قدرت ہو، اور پھر آپ اپنے دل کو روکو، جس کا میں نے دو طرح سے علاج بیان کیا، ایک تو وہ جو وقت پر کام آئے، دوسرا وہ جس سے ہمیشہ کے لئے تقاضا قابو میں آجائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اس گناہ پر خبردار کرنا مقصود ہے کیونکہ یہ گناہ بہت پھیل گیا ہے، جو دین دار کہلاتے ہیں، نیک اور خواص بھی اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ابا جی فرمایا کرتے تھے کہ بد نظری کررہا ہے، مولوی کی مولویت میں کوئی فرق نہیں ہے، قاری کے قاری پنے میں کوئی فرق نہیں ہے، حاجی کے حاجی ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے، اس سے ظلمت آتی جارہی ہے، عقل ماری جارہی ہے، توبہ! توبہ! خدا کے واسطے اس کا انتظام کیجئے، یہ گناہ بہت پھیل رہا ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ منہ سے تو اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے مگر نظر غیر اللہ پر کرتے ہو۔

اس وقت مجھے ایک حکایت یاد آئی ایک عورت جارہی تھی کوئی شہوت کا بندہ، خواہشات کا غلام اس کے پیچھے پیچھے ہولیا، اس عورت نے پوچھا تم

کون ہو؟ میرے پیچھے کیوں آتے ہو؟ کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں' اس لئے آتا ہوں' عورت نے کہا کہ میرے پیچھے میری بہن آرہی ہے' وہ مجھے سے بہت زیادہ خوبصورت ہے۔ اب یہ سن کر اس کے دیکھنے کے لئے پیچھے چلا۔ اس عورت نے اپنا جوتا اتار کر بے گنتی لگائیں' اس پر عشق کا دعویٰ کرتا' تھا بے حیا' بے شرم' اور عقل ٹھکانے کردی' ایسوں کا علاج ایسے ہی ہونا چاہئے۔

ایک بات عجیب دردمندی سے حضرت فرماتے تھے کہ صاحبو! حق تعالیٰ اپنے سامنے کرکے اتنا دریافت فرمالیں کہ تم نے ہمارے غیر پر نظر کیوں کی؟ اس کا کیا جواب دو گے؟ معمولی بات نہیں ہے' اس کا بہت انتظام کرنا چاہئے۔ بہت دور دور تک اس کا زہر پھیلا ہوا ہے۔

ایک اور تدبیر ہے' جس سے پہلی تدبیروں کو تقویت پہنچے گی۔ وہ یہ کہ جب دل میں ایسا خیال پیدا ہو' فوراً وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے' اللہ کے سامنے خوب توبہ استغفار کرے' انشاء اللہ دل میں جو تقاضا پیدا ہو رہا تھا رک جائے گا۔ اور ایک دن میں کئی بار تقاضا ہو پھر ایسا ہی کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک دن تو بہت سی رکعات پڑھنی پڑھیں گی' دوسرے دن یہ خیال بہت بودا' کمزور اور لاغر ہو جائے گا' بہت کم آئے گا' اگر اسی طرح کچھ دن لگا رہا' انشاء اللہ تقاضا ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ نفس سے تسبیحات چاہے جتنی پڑھوا لو لیکن نماز بہت بھاری ہے۔ ابا جی فرمایا کرتے تھے اگر

نماز پر محنت کی جائے اور اس کے ظاہری باطنی آداب کو پورا کیا جائے تو تکمیل سلوک بہت جلد ہو جائے گا' نماز تو ہماری معراج ہے' نماز پڑھے گا تو یقیناً معراج نصیب ہوگی۔ نفس پر نماز بہت گراں ہے جب دیکھے گا کہ ذرا ذرا مزے لینے پر' ذرا ذرا سے دھیان کرنے پر' پے در پے نوافل شروع کردیتا ہے' ہر وقت نماز کی نیت باندھ لیتا ہے' تو ایسے خیالات اور تقاضے پھر نہیں آئیں گے۔

خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات کو نظم میں پیش کیا ہے جس سے مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے' فرمایا ہے۔۔ ؎

جلووں کے اس ہجوم میں لازم ہے احتیاط
سہو نظر معاف ہے' قصد نظر حرام

عورتوں کے' امردوں کے مجمع کے مجمع ہیں' عریانی پھیلی ہوئی ہے' کم و بیش سب جگہیں ایسی ہی ہیں' اس ہجوم میں احتیاط لازم ہے' ابا جی کے ہاں عام گفتگو میں اس سے مراد تقویٰ و پرہیز گاری ہے' بھول کر اگر نظر پڑ گئی' فوراً ہٹالی اور قصد نہیں ہے تو معاف ہے' اب خیال پیدا ہوا کہ دیکھ لے اب یہاں مجاہدہ کی ضرورت ہے' اس وقت مخالفت نفس فرض ہے' اور رحمت باری تعالیٰ کے لوٹنے کا بہت غنیمت موقع ہے۔ ابا جی فرمایا کرتے تھے کہ جب نفس میں اور جی میں گناہوں کے تقاضے پیدا ہوں تو بھانپ لے

اور جان لے کہ رحمت الٰہی متوجہ ہے۔ اور وہ حاصل ہوگی مجاہدے سے اور مخالفت نفس سے، جب محرمات کا خیال آئے تو مخالفت نفس فرض ہے اس کو صوفیہ کی اصطلاح میں مجاہدہ واجبہ کہتے ہیں۔ مگر دوبارہ نہ دیکھے، پہلی نظر بلا ارادہ معاف ہے۔ انشاء اللہ اب اس ارادے کو توڑ دے گا تو توفیقات کے دروازے کھل جائیں گے، بڑے مزے مزے کی توفیقات ملتی ہیں۔ اور پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے مرنے والوں پر مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

یہ اونچا ذوق کیسا؟ یہ تو گھٹیا ذوق کا آدمی ہے۔ نجس اور ناپاک ذوق رکھتا ہے۔ لطیف ذوق کا مالک نہیں ہے۔ اور ایک مقام پر فرمایا ہے۔

بد نگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ
دل کو اک دم کرتی ہے تباہ

ایک بزرگ کا عجیب ملفوظ

میرے بچپن کا واقعہ ہے ایک بزرگ نے فرمایا : ساری دنیا کے سمندر ایک جگہ کردیئے جائیں اور وہ بجائے پانی کے پیشاب کے کردیئے جائیں۔ اور آنکھ کو اتنا بڑا کٹورا اور پیالہ کردیا جائے کہ وہ سارا پیشاب

اس میں ڈال دیا جائے' اس سے آنکھ اتنی ناپاک نہیں ہوگی جتنی حرام نظری سے ہوگی' اس بات کو یاد رکھیں' الحمدللہ میرے بچپن کی بات ہے' جو ایک اللہ کے مقبول نے فرمائی تھی۔ بڑی بے شرمی کی بات ہے' بے غیرتی کی بات ہے' دل قبول نہیں کرتا ایسی باتوں کے بیان کرنے کو' مگر کچھ ڈیوٹی لگی ہوئی ہے' اس لئے ایسی باتیں کرنا پڑتی ہیں۔ بتاؤ جس نے خانہ کعبہ دیکھا ہو' پھر بد نظری کرے' روضہ اقدس دیکھا ہو' قرآن پاک کی زیارت کی ہو' حفظ کیا ہو' قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہو' پھر بد نظری کرے' کسی اللہ کے مقبول سے تعلق ہو' دامن اس کے ہاتھ میں ہو' پھر بد نظری کرے' مسجد میں جاتا ہو پھر بد نظری کرے' مدرسہ میں پڑھتا ہو پھر بد نظری کرے' توبہ! توبہ! ہماری عقل کام نہیں کرتی' اللہ معاف کرے' خطرناک مرض ہے' جو آدمی طبیعت کی رو پر چلتا ہے' گمراہ ہوجاتا ہے۔ طبیعت کو تابع کرو عقل کے اور عقل کو تابع کرو شریعت کے اور شریعت پوچھو اپنے شیخ سے۔ طبیعت کی رو پر ہرگز نہ چلو ورنہ کہیں کے نہیں رہو گے۔ توبہ! توبہ! ایسی ظلمت کی چیز کی طرف طبیعت مانوس ہورہی ہے' دیکھئے! اللہ کی نافرمانی کے ساتھ گناہ کے ساتھ طبیعت مانوس ہو' بہت خطرناک بات ہے اس کے لئے۔ ارے طبیعت تو انسان کی مانوس ہونی چاہئے طاعت سے نہ کہ حرام کاری اور معصیت سے اور دیکھنے میں یہ بزرگ بنا ہوا ہے اور باطن میں یہ روگ بھرے ہوئے ہیں۔ بیماریاں بھری ہوئی ہیں۔ بڑی گندی بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتی کہ

لوگ کس طرح اس چیز کو اچھا سمجھتے ہیں!

نظر بد سے دیکھنے کا انجام

اور ہمارے حضرت نے ایک موقع پر ایک بات فرمائی تھی کہ کسی کی بہن پر نظر ڈالے گا تو میرے عزیز تیری بہن محفوظ نہیں رہے گی' کسی کی بیوی کو دیکھے گا۔ تیری بیوی محفوظ نہیں رہے گی' کسی کی بیٹی دیکھے گا' تیری بیٹی کی آبرو محفوظ نہیں رہے گی' اور فرمایا یہ حقیقت ہے' اسی کو سوچ' اسی کو یاد رکھ۔

ایک اللہ کے مقبول سے سہو ہو گیا تھا' انہوں نے کسی خاتون کا ہاتھ دیکھا تھا اور دیکھنے میں بے احتیاطی ہو گئی' جب ان کی عورت کسی سائل کو آٹا دینے کے لئے دروازے پر گئی' تو اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور یہ کام نقد ہوا' اسی وقت ہوا۔ ابا جی نے فرمایا : وہ عورت ہاتھ چھڑا کر اندر آگئیں اور شوہر کو روتے ہوئے بتلایا کہ ایسا ایسا ہوا اور وہ سائل بھاگ گیا ہے۔ فرمایا : آئندہ ایسا نہیں ہوگا' اللہ کے مقبول تھے دھچکا لگا' بیوی نے کہا : یہ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ فرمایا : مجھ سے ایک غلطی ہو گئی تھی' آج میں نے اس کا خمیازہ بھگت لیا ہے۔ آئندہ زندگی میں یہ بات پیش نہیں آئے گی۔ اللہ کے حضور سجدہ میں گر گئے اور پیشانی رکھ دی اور

کتنے وثوق سے کہا کہ آئندہ نہیں ہوگا۔ یہ میری بے احتیاطی کا نتیجہ تھا۔

خدا کے لئے اس بات پر غور کیجئے اس میں ہمارا اپنا تحفظ ہے۔ اگر ہم نے بے احتیاطی کی، تو پھر ہماری آبرو محفوظ نہیں رہے گی، یہ بہت بڑی بات ہے، نابالغ لڑکے صاحب نسبت ہوتے ہیں، ایسے صاحبان نسبت کو جن میں بعض سادات بھی ہوتے ہیں، بعض اہل اللہ کی اولاد میں سے ہوتے ہیں، یہ اولیائے کرام ہیں، ذات باری تعالیٰ کا ان سے پیار ہوتا ہے، یہ تمہاری طرح خدا کے باغی نہیں ہوتے، بالکل مطیع مخلوق ہیں، اور پھر ان کو غلط ہاتھ لگانا، غلط نگاہ سے دیکھنا اور پھر تم چاہو کہ ہماری اولاد صالح ہوجائے، غلط بات ہے میں کھل کر آپ سے کہتا ہوں، بعض بزرگوں نے فرمایا : جس نے سادات کے ساتھ غلط کام کیا وہ اولاد جیسی نعمت سے محروم کردیئے گئے۔ ان بچوں کو ولایت کا درجہ حاصل ہے، یہ اولیاء بیٹھے ہیں، آپ کے مدرسے میں، آپ کے مکتب میں آپ کے سامنے، اور ان اولیاء کے ساتھ آپ کی یہ حرکات! توبہ کرنی چاہئے، بہت گندی بات ہے، یہ غیرت کے خلاف، دین کے خلاف تقویٰ کے خلاف، ایمان کے خلاف، اسلام کے خلاف ہے۔ بیٹھے بٹھائے حرام کاری میں مبتلا ہونا، یہ مستجاب الدعوات ہیں۔ ایک دفعہ حضرت بیمار ہوگئے، بچوں سے کہا : تم اس طرح دعا کرو، میں تم کو پیسے دوں گا۔ بچوں نے دعا کی، شفا ہوگئی، آپ نے بچوں میں پیسے تقسیم فرمائے۔ ایسی مستجاب الدعوات مخلوق کے ساتھ جو صاحبان نسبت

ہوں' اولیاء اللہ ہوں' اور تم حرام نظری کرو۔ یاد رکھو! نہ تم محفوظ رہو گے' نہ تمہاری اولاد محفوظ رہے گی۔ ایسی نجاست میں ہاتھ ڈال رہے ہو۔ اور وہ بھی تمہاری نجاست ہے' ان کی نہیں۔ تمہارا پیشاب ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے یہ نظریں شیطان کے تیر ہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے اباجی کہ تیریوں نہیں جارہے یوں آرہے ہیں۔ اور وہ زہر آلود تیر تجھے گھائل کررہے ہیں' برباد کررہے ہیں۔ پھر اس کا زخم ٹھیک ہونے والا نہیں جب تک کہ کسی اللہ کے مقبول کا پیر نہ پکڑو' اب میں مضمون ختم کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم کو سب مصیبتوں سے بچائے۔ اور یہ اہم مصیبت ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائیں۔ بہت دل دکھتا ہے کہ ایسی پاکیزہ مخلوق کے ساتھ یہ ناپاک حرکات ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین ○